

مجاہد س تراپی

مجاہد س تراپی

jabir.abbas@yahoo.com

علامہ رشید تراپی

علامہ رشید تراپی

دعا کا نام رکبات اور صفحہ
دعا کے بارے میں تفصیل

ترتیب

صفحہ	عنوان	نمبر شمار
۵	رضائے رب	۱
۱۵	دُعا	۲
۲۹	سجدہ	۳
۴۵	یقین	۴
۶۱	رزق	۵
۷۳	تسلیم	۶

رِضائے رَبِّ

أَرْضَيْتُمُ بِالْحَيَاةِ الدُّنْيَا مِنَ الْآخِرَةِ فَمَا مَتَاعُ

الْحَيَاةِ الدُّنْيَا فِي الْآخِرَةِ إِلَّا قَلِيلٌ • (سورہ توبہ آیت ۲۸)

کیا تم راضی ہو گئے حیاتِ دنیا پر آخرت کے بدلے، کیا تم کو یہ نہیں معلوم ہے کہ تمہاری یہ ساری بساطِ یہ ساری کائنات، یہ دنیا کی ساری زندگی، یہ سارا مال، متاعِ آخرت میں بہت قلیل ہے۔ اس کی کوئی وقعت نہیں ہے اس دنیا پر تم راضی ہو گئے۔ اس دنیا کو تم نے اپنانے کی کوشش کی جس کی کوئی قدر آخرت میں نہیں ہے تو یہ وہ نازل فکر ہے جہاں سے ایک مستقل عنوان پر گفتگو مقصود ہے۔ وہ یہ کہ انسان راضی ہوتا ہے حیاتِ دنیا پر اور چاہتا ہے کہ یہ حیاتِ دنیا اس کو میسر آجائے، حالانکہ آخرت کے اعتبار سے یہ متاعِ دنیا بہت ہی قلیل ہے۔ صلوات؛

آپ نے دیکھا کہ بندوں کی خوشی یہ ہے۔ بندوں کی رضا یہ ہے بندوں کی خواہش یہ ہے کہ دنیا ملے اور ادھر ذاتِ واجب کی خواہش یہ ہے کہ:

"لَا يَرْضَى بَعْدَ إِكْفَارِهِ الْكَافِرُ" (سورہ زمر آیت ۷)

خدا راضی نہیں اس بات پر کہ بندے کافر ہو جائیں۔ یہ سورہ یونس کی آیت ہے جس کو اب آپ سنیں گے۔ یہ تو آپ نے سن لیا لَا يَرْضَى بَعْدَ إِكْفَارِهِ الْكَافِرُ

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۷	حجّت الہی	۸۳
۸	عقل	۹۲
۹	صبر	۱۰۱
۱۰	ہدایت الہی	۱۰۹
۱۱	تقویٰ	۱۲۲
۱۲	اتباع حق	۱۲۷
۱۳	کلمہ طیبہ	۱۳۶
۱۴	ذکر حسین	۱۵۲



اب ایک بات یاد رکھیے۔ رضائے پروردگار اس کو حاصل کرنا یہ بندگی کا کمال ہے، یہ بندگی کا عروج ہے، یہ بندگی کی روح ہے، یہ بندگی کی جان ہے یہ انسانیت کے فیضی کمال پر وہ جوہر ہے کہ جہاں انسان یہ محسوس کرتا ہے کہ میں نے مرضی رب کو حاصل کر لیا ہے اور جیسے جیسے انسان کامل ہوتا جائے گا مرضی رب کو حاصل کرنے کے لیے بچیں ہوتا جائے گا، وہاں مرضی رب اس طرح سے آگے بڑھ کر استقلال کرتی ہے کہ تو میری رضا کو ڈھونڈنے چلا تھا، اب میں تیری مرضی کو ڈھونڈتا ہوں۔ حد انسانیت کے کمال پر ہم کو جو انسان نظر آیا کہ جہاں یہ ارشاد ہوا ”وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضَىٰ“ (سورۃ البصیٰ آیت ۵) (کہا اور عنقریب تیرا رب تجھ کو (لے محفل) اتنا عطا کرے کہ تو راضی ہو جائے گا۔

یعنی مرضی معبود ڈھونڈتی ہے اس بندے کو کہ جس بندے کو خدا راضی کر دے۔ یہ بندگی کا کمال ہے۔ اور یہ کمال تب میسر ہوتا ہے جب بندہ رضائے رب کا مستلشی ہو کر اپنی خواہشات کو اپنی تمناؤں کو اپنی آرزوں کو جذبہ مرضی مولا کر دے فنا کر دے مرضی مولا میں تو پھر وہاں ارشاد ہوتا ہے کہ ”اچھا اب ہم راضی ہوئے۔ اور اس طرح سے راضی ہوئے کہ اب ہم کو یہ دیکھنا پڑے گا کہ تم کس چیز سے راضی ہو؟ کیونکہ اطمینان ہے ذاتی واجب کو، کہ یہ بندہ وہ نہیں چلبے گا جو ہم نہیں چاہیں گے یہ بندہ وہی چلبے گا جو ہم چاہیں گے۔ یہ بندہ وہی چلبے گا جو ہم چاہیں گے۔ اسی لیے کہا۔ ”وَمَا تَشَاءُونَ إِلَّا أَنْ يَشَاءَ اللَّهُ“ (سورہ دھرت آیت ۲۰) ”تم نہیں چلبے ہو مگر وہی چاہتے ہو جو خدا چاہتا ہے۔“

رضائے رب کے عنوان پر گفتگو ہے۔ مالک کی مرضی بندے کے لیے سب سے اہم ہے کہیں رب کسی مقام پر رب کسی حال میں رہو، مرضی مولا پر نظر رہے مگر کچھ سمجھنے کی کوشش کرو۔ وہ یہ کہ مرضی مولا یہ نہیں ہے کہ جسے دنیا سمجھتی ہے دنیا

خدا راضی نہیں ہے اپنے بندوں کے کفر سے۔ یہ سورہ زمر کی ساتویں آیت ہے۔ اب سورہ یونس کی آیت میں ارشاد ہوا کہ تم نے حیات دنیا کو اپنانے کی کوشش کی، اور تم یہ سمجھ کر تم راضی ہو گئے حیات دنیا پر۔ مگر کب؟ اِنَّ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَاءَنَا (سورہ یونس آیت ۷)

”وہ لوگ جو ہماری ملاقات نہیں چاہتے۔“ جو یہ سمجھتے ہیں کہ قیامت نہیں ہے۔ دوری نہیں ہے۔ ان کو ہماری بارگاہ میں نہیں آنا ہے۔ رَضِيَ بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا یہ وہ لوگ ہیں جو حیات دنیا سے راضی ہو گئے، وَاٰمَنُوْا بِهَا اور اطمینان سے بیٹھ گئے کہ آخرت نہیں ہے تو خدا کی رضا میں اور بندے کی رضا میں جو فرق بتلایا وہ یہ بتلایا کہ خدا راضی نہیں ہے کہ بندے کافر ہوں، خدا راضی نہیں ہے کہ بندے فاسق ہوں۔ فَإِنَّ اللَّهَ لَا يَرْضَىٰ عَنِ الْقَوْمِ الْفٰسِقِيْنَ۔

(سورہ قوبہ آیت ۹۲)

خدا راضی نہیں ہے فاسقین سے کہ بندے اس کے فسق و فجور کریں۔ خدا راضی نہیں ہے اپنے بندوں سے کہ وہ کفر کریں۔ بندے راضی ہو رہے ہیں دنیا پر۔ تو ان دو کیفیتوں میں مرضی رب میں اور مرضی عبد میں ایک تضاد ہے، ایک مخالفت پائی جاتی ہے اور اختلاف پایا جاتا ہے اور یہ ہی وہ منزل ہے جہاں آج کی تقریر میں رضائے رب کے عنوان سے گفتگو کرنا چاہتا ہوں کہ اللہ کی مرضی کیا ہے اور اس کو کس طرح سے حاصل کرنا چاہیے آپ کی مرضی تو یہ ہے کہ دنیا میں اگر اللہ کی مرضی یہ ہے کہ کفر نہ ہو، فحور نہ ہو، بندے راہ سے بڑھیں۔

یہ آیتیں بہت ہی غور کے قابل ہیں۔ ذرا اسی آیتوں کو چن لیا۔ اس لیے کہ نوجوانوں کو یاد رہے۔ جہاں جہاں آواز پہنچ رہی ہے یہ آیتیں یاد رہیں۔ لَا يَرْضَىٰ لِعِبَادِهِ الْكُفْرَ۔ خدا راضی نہیں ہے کہ اس کے بندے کافر ہوں۔

سمجھتی ہے کہ کسی قاتل نے کسی کو قتل کر دیا، اور قتل کر کے اگر سمجھے، مرضی مولایم ہی تھی اور اپنے بچاؤ کی کوشش کی کسی نے چوری کی اور کہا کہ مرضی مولایم ہی تھی، اگر مرضی نہ ہوتی تو چوری کیوں کرتا کسی ظالم نے ظلم کیا اور ظلم کرنے کے بعد اس نے کہا کہ مرضی مولایم ہی تھی اگر وہ نہیں چاہتا تو میں ظلم کیوں کرتا۔

تو میں صرف اتنا سمجھنا چاہتا ہوں کہ میں نے اُس نے تمہیں پیدا کیا، یہ صحیح ہے کہ اُس نے تم کو ہاتھ دیے، یہ صحیح ہے کہ اُس نے تم کو لبہ کو تیر کرنے والی عقل بھی دی۔ یہ صحیح ہے کہ تم کو یہ اختیار دیا کہ تم لوہے سے خنجر بناؤ، یہ صحیح ہے کہ تم کو خنجر پکڑنے کی طاقت بھی دی۔ اتنا سب عطا کر کے بے اختیار (فوراً، بلاخیر) اپنی جھٹوں کو بھی بھیجا، انبیاء کو بھیجا، رسولوں کو بھیجا کہ اس سے کہو کہ انسان کے نفس کا احترام کرو۔ کسی کو قتل نہ کرے، ہم راضی نہیں ہیں۔ تو اس حد کو پہنچاؤ کہ عطا کر کے روکتا کہاں ہے، عطا کر کے کہاں نہیں روکتا۔ قوت دی، طاقت دی، وہ اس لیے نہیں کہ کوئی جرم کرے، اور کوئی اپنے آپ کو بچانے کی کوشش نہ کرے۔ اُس کی مرضی نہیں ہے کہ کسی بندے پر ظلم ہو۔ اپنے اختیار کو غلط استعمال کر رہا ہے۔ یہ اپنی آزادی کا غلط استعمال کر رہا ہے۔ یہ تھوڑی سی فرصت دینا، یہ تھوڑی سی مہلت زندگی ملی ہے اس کا استعمال غلط ہو رہا ہے ورنہ اس نے قوت اس لیے نہیں دی تھی کہ کوئی جا بے کسی کمزور پر جبر کرے، اور ظلم کرے۔ اب ایسی حالت میں ظالم یہ نہیں کہہ سکتا کہ میں نے قتل کیا، یہ اللہ کی مرضی تھی جو ہونا تھا وہ ہوا۔ چور یہ نہیں کہہ سکتا کہ میں نے چوری کی، یہ اللہ کی مرضی تھی، نہیں مگر یہ ضرور ہے کہ جس کا مال چوری ہو گیا، وہ یہ کہہ کر صبر کرے، کہ یہ اللہ کی مرضی تھی۔ صدقات۔ جس پر ظلم ہوا وہ یہ کہہ کر صبر کرے کہ ہاں یہ مرضی تھی اور جس کو قتل کیا گیا وہ قتل ہونے سے پہلے کہہ سکتا ہے کہ مالک تیری مرضی کے آگے مرجھا کر رہا ہوں۔ قاتل کو حق نہیں ہے کہہ کا یہ مرضی تیری تھی مقتول کو یہ حق ہے کہہ کا کہ یہ تیری مرضی تھی۔

اب آپ سمجھ گئے۔ یہ ہے وہ منزل لَا یَرْضٰی لِعِبَادِهِ الْکُفْرَ خدا راضی نہیں ہے کہ اس کے بندے کافر ہوں، خدا راضی نہیں ہے عَنْ الْقَوْمِ الْفَاسِقِیْنَ، ان فاسق بندوں سے جو فسق و فجور کریں۔ قوم فاسقین سے خدا راضی نہیں ہے۔ خدا راضی نہیں ہے کہ وہ فسق و فجور کریں۔

مطلب یہ ہے کہ اگر اس کے معنی یہ لیے جائیں کہ فسق و فجور کرنے والا یا کفر کرنے والا اپنے دل کو یہ کہہ کر تسلی دے کہ جو ہونا تھا، وہ تو وہیں لکھ دیا گیا۔ اگر تیرا حکم نہ ہوتا تو کیوں قتل کرتا اگر اس خیال سے اور اس عقیدے سے تسلی دے تو یہ عقیدہ اس لیے غلط ہے کہ یہاں قاتل کو حق نہیں پہنچتا۔ انبیاء کے رسولوں کے جھٹوں کے اوصیاء کے، اولیاء کے آجانے کے بعد اور عقل جیسی حجت کے مل جانے کے بعد یہ حق نہیں پہنچتا کسی کو کہ وہ اپنے ظلم کا جواز ڈھونڈے اور اپنے جبر کا جواز ڈھونڈے اور اپنے تعدی کا جواز ڈھونڈے۔ ہاں جیسا کہ میں نے کہا یہ مظلوم کے لیے جائز ہے۔ یہ مظلوم کے لیے جائز ہے کہ وہ بے اختیار کہے کہ یہی مرضی مولایم ہے۔

اب میں سمجھتا ہوں کہ میرے سننے والے سمجھ گئے کہ کوئی واقعہ کر بلا کو اس طرح سے سمجھنے کی کوشش کرے کہ یہ اللہ کی مرضی تھی، ہاں اس مرضی کے دورِ رخ ہوں گے۔ قاتل یہ نہیں کہہ سکتا کہ میں نے قتل اس لیے کیا کہ حیت کے مقدس قتل تھا، مگر حیت یہ کہہ سکتے ہیں اپنے نانا کے روضہ پر کہ اِنِّیْ اَصْبِرُ بِسِرِّ وَجْہِیْ وَ اَبِّیْ میں اب اپنے نانا اور اپنے بابا کی سیرت پر چل رہا ہوں رِضَا اللہ بِرِضَاَنَا اَهْلَ الْبَیْتِ اب جو اللہ کی مرضی ہے وہ ہم اہل بیت کی مرضی ہے۔ یہ وہ یہ وہ گھرانہ جو اپنی جان دے کر اور اپنی جان بچ کر مرضی حق کا سودا کر رہے۔ وَ مِنْ النَّاسِ مَنْ یُّشْرِیْ نَفْسَهُ ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ رَءُوفٌ بِالْءِیْبَادِ (سورہ بقرہ آیت ۲۰۴)

ابن عباس نے کہا جاتے ہوئے کہ اکیلے جائے، یہ بیوں کو کیوں
جار ہے ہیں؟

تو اب جو جواب ملا اُسے سمجھنا چاہیے آپ کو۔
جواب دیا۔ ابن عباس! اِنَّ اللّٰهَ شَاءَ اَنْ يَّرَاهُنَّ سَرَّايَا
اللّٰه نے چاہا ہے کہ یہ (بہنیں) در بدر پھریں۔
قدموں پر گر گئے۔

عبداللہ ابن جعفر طیار نے روکا، مولا! نہ جائے۔
تو بے اختیار (فوراً) فرمایا: اِنَّ اللّٰهَ شَاءَ اَنْ يَّرَافِيْ
قَتِيْلًا۔ ”بیشک، اللہ نے یہ چاہا ہے کہ مجھے اپنی راہ میں قاتل (قتل کیا ہوا) دیکھے۔“
اس گفتگو سے آپ ہی کے لیے حجت نہیں ہے۔ میری گفتگو کو سمجھنے کی
کوشش کیجیے۔ اس گفتگو سے قاتل کے لیے حجت نہیں کہ جب خدا نے چاہا تو ہم نے قتل
کر دیا۔ اگر یہ نظام ہو تو ساری کائنات میں نظام عدل کو دور ہم پر ہم پائیدگے کہ خدا نے یہ چاہا
ہر شخص کوئی کام کر کے بھی کہے گا کہ خدا نے یہ چاہا۔ مگر جو آپ اپنے لیے پسند نہیں کرتے وہ
آپ اپنے خالق کے لیے کیسے پسند کرتے ہیں؟ اور یہ وہ منزل ہے کہ جہاں بار بار آپ
امت اہل بیت کے لیے پائیدگے کہ اللہ کی مرضی یہ ہے، اور یہی ہونا چاہیے۔

گفتگو ختم ہوئی۔ میں نے اس آیت سے شروع کیا تھا: اَرْضِيْتُمْ
بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا مِنَ الْاٰخِرَةِ؟ کیا تم حیات دنیا پر راضی ہو گئے، آخرت
کے بدل۔“

اور میری آخری منزل یہ ہے کہ حسین ابن علیؑ نے سجدہ آخر میں اس دعا کو
شروع کیا جو رضائے رب کی دعا تھی کہ رِضًا بِقَضَائِهِ وَتَسْلِيْمًا لِأَمْرِهِ۔
میں راضی ہوں اُس کے فیصلے پر۔

”انسانوں میں وہ کون ہے جو اپنے نفس کو بیچ کر اللہ کی رضا کو خرید لے؟ یہ ہی تو وہ
ہیں جو شبِ سحر بسترِ رسولؐ پر سو کر اپنے نفس کو بیچتے ہیں۔ رضائے حق کو خریدتے
ہیں۔ تو یہ وہ گھرانہ ہے کہ بسترِ رسولؐ پر رضائے حق کو خریدے یا خاکِ مینو پر۔ مگر
خسریہ لی رضائے حق ان بندوں نے رضائے حق کو لے لیا اور اس
کی مرضی کے مطابق اپنے آپ کو بندگی کے اس کمال پر پہنچا دیا جہاں یہ کہہ سکتے
ہیں کہ ہاں اب اس کی مرضی۔“

ذرا سی بات ہے، میں نے تین آیتوں سے استدلال کیا ہے کہ خدا
راضی نہیں ہے کہ بندے کافروں، خدا راضی نہیں ہے کہ بندے فاسق ہوں، خدا
راضی نہیں ہے اس بات پر کہ تم دنیا کے پیچھے پڑ جاؤ۔
”اَرْضِيْتُمْ بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا مِنَ الْاٰخِرَةِ فَمَا مَتَاعُ
الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا قَلِيْلٌ“ (سورۃ توبہ آیت ۲۸)
حیات دنیا کی بساط کیسا ہے، حیات دنیا کی متاع کیسا ہے جس کے پیچھے دوڑ رہے ہو
یہ رے کی حکومت کیسا ہے۔ کیوں کہ پیچھے دوڑ رہے ہو؟ تو یہ وضاحت کر دی پھر اس کے بعد کہا کہ بندے
اللہ سے جو میری مرضی پہ چلتے ہیں، جو مجھ سے راضی ہوں، میں اُن سے راضی ہوں۔ يٰۤاَيُّهَا النَّفْسُ
الْمُطْمَئِنَّةُ ۖ ارْجِعِيْ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً ۚ
(سورۃ الفجر آیت ۲۷-۲۸)

”اے صاحبِ نفس مطمئنہ لوٹ جا اپنے رب کی طرف اور تو نے اپنے رب کی
رضا کو خرید لیا۔“ فَاَدْخِلْنِيْ فِيْ عَبْدِيْ ۖ وَاَدْخِلْنِيْ جَنَّتِيْ ۖ

سورۃ الفجر آیت ۲۹-۳۰

”میرے بندوں میں داخل ہو جا، میری جنت میں آ جا۔“ آپ نے دیکھا کہ
وہ بندے بھی ہیں جو یہ کہہ رہے ہیں کہ یہ اللہ کی مرضی ہے۔

حسین راضی ہیں لَا مَوْجُودَ سِوَاہُ (اس کے سوا کوئی واجب الوجود نہیں ہے) يَا غِيَاثَ الْمُسْتَغِيثِينَ اے بے پناہوں کو پناہ دینے والے! فریاد کرنے والوں کی فریاد کو سننے والے! تیرے سوا کوئی معبود نہیں ہے میرا۔ وَضًا بِقَضَائِهِ وَتَسْلِيمًا لَا مَرَّةً • میں راضی ہوں اُس کے فیصلے پر، میں تسلیم کرتا ہوں اُس کے امر کو۔

مگر دعا کو جس مقام پر ختم کیا وہ جملہ یہ تھا "پروردگارا! میں نے اپنے وعدے کو پورا کیا۔ اب تو اپنے وعدے کو پورا کر۔"

شام غریباں کی مجلس ہے۔ حسین ابن علی کا وعدہ پورا ہوا اور میں نے سجدہ آخر سے گفتگو شروع کی ہے اور یہ چاہتا ہوں کہ یہ بتلاؤں کہ یہ تھا وقتِ عہد کا اور اس کے بعد کربلا میں شام ہوئی۔ ظاہر ہے کہ اس بارگاہ میں بڑی رونق تھی، آج وہاں سب مٹی پر بیٹھے ہیں۔ میں دیکھ رہا ہوں، مگر یہ واضح کرنا چاہتا ہوں کہ کل کی رات میں اور آج کی رات میں کچھ فرق ہے۔ ممکن ہے کہ آپ کو نظر نہ آئے فرق۔ کوئی زینب کے دل سے پوچھے، کوئی ام لیث کے دل سے پوچھے، کوئی ام ربیع کے دل سے پوچھے، کوئی ام فروہ سے پوچھے کہ ان دو راتوں میں فرق کیا ہے۔ کل کی رات کسی گزری، شب عاشور کیسی گزری۔ عباس خیمے کے گرد تھے۔ علی اکبر بار بار اٹھ کر دیکھ رہے تھے کہ کون ناصر حسین کہاں ہے۔ قائم ابن حسن خیموں کے اطراف تھے۔ بچے تلوار لیے اپنی ماؤں کے قریب تھے، ماؤں کو تسلی تھی، ہمارے لال ہیں۔ بی بیوں کو تسلی تھی، ہمارے وارث ہیں۔ اور پھر حسین ابن علی موجود ہیں۔

ایک دن میں کوئی گھر اس طرح نہیں اُجڑا۔ ایک دن میں کوئی گھر اس طرح سے تباہ نہیں ہوا۔ جو کل کی رات گزری، فرزند رسول ایک ایک کے خیمے میں جاتے دعا کرتے اور دیکھتے، کوئی بندگی میں مشغول ہے کوئی دادِ شجاعت دے رہا ہے اور کہہ رہا

کہ کل ہمساری شجاعت دیکھنا۔ آپس میں انصاف حسین باتیں کر رہے ہیں تو یہی، کہ کل بتلائیں گے کہ کسی جنگ ہوگی؟ حسین ابن علی سب کے لیے دعائیں کر رہے ہیں۔ ہاں شہزادیاں مطمئن ہیں کہ علی اکبر ہیں، عون و محمد ہیں۔

میں آپ سے پوچھوں کہ آج کیا رہیں گی رات کون ہے؟ آج کون ہے؟ بھرا گھر خالی ہو گیا۔ عباس نہیں، علی اکبر نہیں، عون و محمد نہیں، قائم ابن حسن بھی نہیں اور گھر کا والی بھی نہیں، گھر کا وارث بھی نہیں اور ایسے میں کیا رہیں گی رات آئی خیموں میں چسراغ نہیں تھے، مگر روشنی ضرور تھی، اور روشنی تھی خیموں کے جلنے کی۔

چسراغ شام غریباں میں کس طرح جلتے

کسی کے گھر کو جلا لیا ہے روشنی یوں ہے

روشنی خیموں کے جلنے کی تھی، اور کوئی نہ تھا، ہر ایک یاس کے عالم میں ناامیدی کے عالم میں اپنے اپنے وارث کو یاد کرتے ہوئے جلے ہوئے خیموں کے قریب تھا، سوا ایک بی بی کہ جو نہ بچوں کو یاد کر رہی تھی، نہ بھائی کو یاد کر رہی تھی۔ ایک ایک خیمے میں جاتی اور جیسے جیسے خیمہ جلتا بی بیوں کو باہر لاتی، بچوں کو باہر لاتی، عابد بیمار کو کسی صورت سے باہر لاتی اور کہا، آؤ، آؤ، نزدیک آؤ۔

یہ کتبہ کی وارث ہے زینب، یہ کتبہ کا محافظ ہے زینب، اب زینب کی ذمہ داری ہے، اب عباس زینب، علی اکبر زینب، قاسم زینب، حسین زینب، اب سب کی نیابت زینب کرے گی۔ ایک ایک بچے کو سمجھالا، اور کہا، "ادھر آؤ میرے نزدیک آؤ، گھبراؤ نہیں، ڈرو نہیں، کسی کی مجال نہیں ہے کہ اب خیموں کے طرف آئے، اب اللہ اللہ کی بیٹی موجود ہے۔"

اللہ اللہ، کسی کو اس طرح کی پریشانی نہ ہو۔ جہاں جہاں میری آواز پہنچ رہی ہے، ممکن ہے وہاں حیرانی ہو، ممکن ہے وہاں پریشانی ہو، ممکن ہے وہاں

اسیری ہو، ممکن ہے کہ وہ لوگ بھی قید و بند کی زنجیریں جھیل رہے ہوں، مگر تم یاد تو کرو آج کی رات کو ظاہر ہے کہ تمہارے لیے 'اے اسیرو! اے قید ہونے والو! ہمارے دل دیکھتے ہیں۔ مگر تم کو یاد رکھنا چاہیے کہ بلا والوں کو۔ کہ بلا والے یاد آئے عجیب عالم میں یاد آئے کہ بلا والے۔

میں نے تفسیر خاتمہ پر پہونچائی۔ یہ قیامت کی رات ہے۔ آؤ، اؤ، تم تم مل کر آخری مرتبہ رضائے حق کو پاسنے والوں کو سلام کریں، اور جہاں جہاں میسری آواز جا رہی ہے وہ بھی سلام کریں، سلام ہو علی اکبر پر، سلام ہو ہمارے عباسؑ پر، سلام ہو ہمارے قاسمؑ بن حسنؑ پر، سلام ہو ہمارے عونؑ و محمدؑ پر، اور کچھ آگے سلام ہو ہمارے فاطمہؑ کے اس لالہ پر جس کی لاش پامال کر دی گئی۔

دُعَا

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَإِنِّي قَرِيبٌ ۖ أُجِيبُ
دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ ۚ فَلْيَسْتَجِيبُوا لِي وَلْيُؤْمِنُوا بِي
لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُونَ •

(سورة البقرة آیت ۱۸۶)

زندگی، مجسّم زندگی کے اور کچھ نہیں ہے اور روحِ بندگی، عزّتِ بندگی، سرمایہٴ بندگی، فخرِ بندگی دُعا ہے۔ اس لیے مناسب یہی تھا کہ بعنوان "دُعا" کلامِ الہی سے استفادہ کیا جائے اور چند اہم امور اس آیتِ وافی ہدایہ کے ذیل میں جو سورہ بقرہ کی آیت ہے آپ کی سماعت کے لیے بہرہ بنے۔

ارشاد ہوتا ہے۔ "اگر اور جب تجھ سے سوال کریں میرے بندے میرے متعلق، تو کہہ دینا میں نزدیک ہوں اُجیبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ جب دعا کرنے والا دعا کرتا ہے، مجھے پکارتا ہے، میں جواب دیتا ہوں فَلْيَسْتَجِيبُوا لِي وَلْيُؤْمِنُوا بِي میری باتوں پر یقین رکھو،

ارشاد ہوا ”مَنْ كَانَ يُرِيدُ الْعَاجِلَةَ عَجَّلْنَا لَهُ فِيهَا مَا نَشَاءُ لِمَنْ نُرِيدُ ثُمَّ جَعَلْنَا لَهُ جَهَنَّمَ يَصْلَاهَا مِنْهُ وَمَا مَدَّ حُورًا. وَمَنْ أَرَادَ الْآخِرَةَ وَسَعَىٰ لَهَا سَعْيَهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَأُولَٰئِكَ كَانَ سَعْيُهُمْ مَشْكُورًا. (بنی اسرائیل: ۷۵)

جو تیز ملنے والی دولت کو مانگے، ہم بھی جلدی سے کچھ دے دیتے ہیں مگر عاقبت میں اس کا انجام اچھا نہیں ہے، اس لیے کہ نفع حاصر کو مانگا گئے اور جو آخرت کا ارادہ کرے اور اس کے لیے جیسی کوشش کرنی چاہیے کرے اور وہ مومن (بھی) ہو، یہی وہ منزل ہے جن کی سعی کو ہم قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ ہم ان کی بھی مدد کرتے ہیں۔ تیرے رب کے عطا میں کمی نہیں ہے، قید نہیں ہے، فرعون بھی مانگے تو دیں گے، موسیٰ مانگیں تو دیں گے۔ فرعون مانگے تو دیں گے۔ ابراہیم مانگیں تو دیں گے۔ یہ فرق اتنے ہے کہ فرعون سان استعمال

قرآن مجید میں دو ہزار تین سو یا تین ہزار دوسو سے زیادہ ہی ایسی آیتیں ہیں کہ جہاں علماء نے اختلاف کے ساتھ کئی کی ہے، آیتوں کی۔ ان آیتوں میں یہ ایک ہی آیت ہے جس میں سات مطالب پر گفتگو کی ہے۔ پہلے وہ سات مطالب آپ سمجھ لیں، پہلے سوال، کہ طرِيقَ سوال کیا ہو اِذَا سَأَلْتَكَ جب تجھ کو پوچھیں طلب کریں میرے متعلق معلوم کریں۔ دوسرے فَإِنِّي قَرِيبٌ پس میں قریب ہوں، یعنی قُرْبِتِ تَامَرٌ، تیسری منزل أُجِيبُ، اجابت دعا، چوتھی منزل اِذَا دَعَاكَ جب کوئی مجھے پکارے، جب کوئی مجھے دعائیں آواز دے۔ یعنی شَرْطُ دَعَا، فَلْيَسْتَجِيبُوا لِي پس اچھا ہے مجھے پکاریں۔ مجھ سے مانگیں اور اس کے بعد وَلْيُؤْمِنُوا بِي اور مجھ پر یقین رکھیں، ایمان لائیں۔ نتیجہ آخر میں ساتواں مطلب ہے، رشاد، نیکی، ہدایت، رہِ رشد۔ یہ لازمی ہے اُس کے لیے جو مجھے آواز دے، جس کی آواز کو میں سنتا ہوں، اور اس کو میں جواب دیتا ہوں، لبتیک کہتا ہوں۔

اب یہاں چند اہم عنوانات ہیں۔ یعنی قُرْبِتِ الہی "ایک مستقل عنوان ہے" طلب و سوال "ایک مستقل عنوان ہے"۔ "اجابت دعا" ایک مستقل عنوان ہے ایک مختصر سی آیت اتنے معنی پر محیط ہے اور اس کے بعد ایک عجیب بات یہ ہے کہ قرآن مجید میں صرف ایک ہی آیت ہے جس میں سات مرتبہ ضمیر مُکَلِّم کو استعمال کیا ہے۔ میں، میں، میں۔ اِذَا سَأَلْتَكَ عِبَادِي، جب میرے بندے فَإِنِّي میرے متعلق أُجِيبُ میں جواب دوں گا۔ دَعَاكَ الدَّاعِ اِذَا دَعَاكَ جب مجھے آواز دی فَلْيَسْتَجِيبُوا لِي پس یہ لوگ مجھے پکاریں وَلْيُؤْمِنُوا بِي پس مجھ پر یقین کریں تاکہ رہِ رشد پرائیں۔

سے مانگ رہا ہے، موتی زبان بندگی سے مانگ رہے ہیں، غمزدستانِ استعداد سے مانگ رہا ہے، اپنی صلاحیتوں سے مانگ رہا ہے، اُس کا جسم مانگ رہا ہے، اُس کے لبوں کے ذرے مانگ رہے ہیں، اُس کی پیڑیوں کے ٹکڑے مانگ رہے ہیں، اُس کی زندگی جو ہم نے اُس کو عطا کی ہے، ہماری رحمانیت کا تقاضا ہے کہ جب وہ مانگے تو دیں گے زبان سے انکار کر رہا ہے محروم نہیں کریں گے۔ مگر وَاِذَا سَأَلَكَ عِبَادِيْ اور جب میری عبدیت میں کوئی آجائے، جب میرا عبد میں کوئی آئے، تجھ سے میرا پوچھے، تجھ سے میرے متعلق پوچھے تو پہلی منزل اِنِّیْ قَرِیْبٌ تو کہہ دینا میں قریب ہوں، دور نہیں ہوں۔ اب آہستہ کہو، دل میں کہو، چھپا کر کہو، مانگو مگر شرمناک نہیں۔ اُجِیْبْ ہمیشہ قبول کروں گا، مضارع کا صیغہ ہے۔ استمرارِ اجابت ہمیشہ قبول کروں گا۔ اُجِیْبْ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَا لَیْکَ پکارنے والے کی آواز کو دعا کرنے والے کی دعا کو میں قبول کروں گا پس آواز دو مجھے۔

سورۃ مومن چالیسواں سورہ ہے قرآن کا، اس میں ارشاد ہوا۔

”اُدْعُوْنِیْ اَسْتَجِبْ لَّکُمْ“ (سورۃ مومن آیت ۶۰)

مانگو تم، دعا کرو، مانگو! میں دعا قبول کرتا ہوں

اس لیے کہ انبیاء کا طریقہ یہی تھا کہ وہ دعا کی منزل پر تھے تو ظاہر ہے، دعا شرافت انسان ہے اگر میری آواز ایک پیغام کی صورت اختیار کر رہی ہے تو الفاظِ معصوم یہ ہیں کہ قرآن میں چار مقام ایسے ہیں کہ جہاں دعا کرنے کی تربیت اس طرح سے کی کہ تم اس طرح سے کہو، اور جیسے ہی وہ دعا ختم ہوگی ہم قبول کریں گے۔

پہلے ارشاد فرمایا کہ جیسے ہی بندہ کہے حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِیْلُ ”ہمارے لیے اللہ کافی ہے، وہی ہمارے لیے کافی ہے، فوراً ہی اس کے بعد بلا تردد کہا، فَانْقَلِبُوا بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَفَضْلِ (سورۃ آل عمران آیت ۱۶۴)

”اشکر نعمت اور فضل نے اسے گھیر لیا۔“ آیت کے بعد ہی وعدہ ہے۔
دوسری آیت میں ارشاد ہوا۔ ”لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحٰنَكَ“
اِنِّیْ کُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ • (سورۃ انبیاء آیت ۸۷) آیت ختم نہیں ہوئی وعدہ ہے فَاسْتَجِبْنَا لَہُ وَنَجِّنْہُ مِنَ الْغَمِّ وَکَذٰلِکَ نُنَجِّی الْمَوْمِنِیْنَ • (سورۃ انبیاء آیت ۸۸) ہم نے اس کی دعا کو قبول کر لیا، ہم نے غم سے نجات دی اور اسی طرح ہم صاحبانِ ایمان کی دعاؤں کو قبول کرتے رہتے ہیں۔

اس کے بعد ایک عجیب آیت ہے کہ جہاں ارشاد ہوا:

”فَاَسْأَلُ اللّٰہَ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰہِ“ (سورۃ کہف آیت ۲۵)

جس کی زبان سے یہ جملہ نکلتا ہے ہم اس کی لذتوں کو بڑھا دیتے ہیں،

نعمتہائے دنیا میں اضافہ کر دیتے ہیں۔ دوحقے اس کو عطا کرتے ہیں۔ ان آیات کو کوئی نہ

بھولے۔ اور آخر میں ایک آیت ہے اور عجیب آیت ہے۔ حَزَقِیْ لَیْسَ بِہِ آیت تلاوت

کی تھی وہ آیت ہے ”اُقَوِّضْ اَمْرِیْ اِلَی اللّٰہِ اِنَّہٗ لَبَصِیْرٌ

یَالْعَبَادِ“ (سورۃ مومن آیت ۴۴) میں اپنا کام اللہ کے حوالے کر رہا ہوں، بیشک

اللہ بہتر جانتا ہے کہ بندے کیا چاہتے ہیں۔

ارشاد ہوا، جیسے ہی یہ جملہ ان کی زبان سے نکلا، ہم نے ان کی دعاؤں

کو قبول کیا۔

امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں۔ ”ہمارے دوستوں میں سے اور

امتِ محمدیہ میں سے جو کوئی ان چار آیتوں کا ورد رکھے تو کبھی اس کی دعا رد نہیں ہوگی۔“

یہ دعا حَزَقِیْ مومن آلِ فرعون نے کی تھی (دیکھیے قرآن مجید)

یہ کلام مجید ہی کی آیتیں ہیں۔ اَلْاُدْعَاۤیُیْنَ بِنَاکَ اَرۡکَیۡ بَرۡحٰنَاۤیَہِ
 اللہ کے عزیز بندے، اللہ کے باخبر بندے، مَرَاتِبِ الٰہِی کو جاننے
 والے بندے، اُمْنِیَّتِ الٰہِی سے آگاہ بندے چاہتے ہیں کہ دعائیں وہ کیسے پیدا
 ہو کہ جہاں دعا زبان سے نکلے تو سننے والے تو خیر مگر مالک یہ کہے کہ "سُبْحَانَ اللّٰہِ
 عَمَّا یَصِفُوْنَ اِلَّا عِبَادَ اللّٰہِ الْمُخْلِصِیْنَ" (سورہ صافات: ۵۵-۶۰)
 ان کی (تمہاری) ہر تعریف سے اللہ بلند ہے مگر جب مخلص بندے میری
 تعریف کرتے ہیں تو مجھے پسند آتی ہے۔

آئیے ایک مخلص بندے نے دعا کی ہے۔ "دعائے صبح"
 اس کے صرف تین کلمے پڑھ رہا ہوں:-

"اَللّٰہِ کَیۡفَ تَطَرُّدُ مَسْکِیۡنَاۤیَہِ التَّجَاۡءِ اِلَیۡکَ مِنَ الدُّوۡیِ
 هَارِبًا اَمْ کَیۡفَ تَرُدُّ ظَلَمٰنًا وَّرَدَّ اِلَیۡ حَیَاضِکَ شَارِبًا
 کَلًا وَّحَیَاضِکَ مُتَرَعِّۡۃً فِیۡ ضَنۡکِ المَحُوۡلِ وَّ بَابِکَ
 مَفۡتُوۡحًا لِیَطۡلُبَ الْوُغُوۡلُ"۔

پروردگارا! تو اس مسکین کو کیسے واپس کر دے گا جو اپنے گناہوں سے بھاگ
 کرتیرے دروازہ پر آیا ہے۔ پروردگارا! تو رہ ہدایت کو تلاش کرنے والے
 کو کیسے محروم کر دے گا جو تیری بارگاہ میں کوششیں کرتا ہوا آیا ہو، اس تنہا پر
 کہ اب مجھے راہ مل جائے گی۔ پروردگارا! اس پیلے کو کیسے محروم کر دے گا
 جو تیری معرفت کو حاصل کرنے کھڑا ہوا ہو، تیری چوکھٹ پر۔ کیا تو اس کو واپس
 کر دے گا؟ اور حالانکہ تیرا دروازہ ہر ایک طالب و سائل کے لیے کھلا ہوا ہے۔

یہ "دعائے صبح" ہے۔ شانِ دعا آپ نے دیکھی! اللہ کے مخلص
 بندے چاہتے ہیں کہ دعا وہ دعا ہو کہ جس میں لذتِ مناجات بھی ہو اظہارِ بندگی

بھی ہو، شانِ بندگی بھی ہو اور اپنا مطلب بھی ادا ہو جائے۔ ایک اور منزلِ دعا۔
 قرآن نے تو واقعہ یہ ہے کہ دعا کا طریقہ سکھایا کہ پہلے معبود کی تعریف ہو، تحمید ہو،
 تہنید ہو، پھر اس کے بعد دعا ہو۔

ایک اور منزلِ دعا کہ جہاں ذی الحجہ کو حسین ابن علی دعا کر رہے ہیں۔
 "اَللّٰہِ تَرَدُّدِیۡ فِی الْاَثَارِ یُوۡحِبُّ بَعْدَ الْمَزَارِ اِلَیۡکَ اَیۡکُوۡنُ
 نَعِیۡرِکَ مِنَ الظَّہُوۡرِ لَیۡسَ لَکَ حَتّٰی یَکُوۡنَ هُوَ الْمَظْہَرُ لَکَ
 مَتٰی جِئْتَ حَتّٰی تَحْتَاجَ اِلَیۡ دَلِیۡلٍ یَدُلُّ عَلَیۡکَ وَ مَتٰی
 بَعُدْتَ حَتّٰی تَکُوۡنَ الْاَثَارُ هِیَ السَّبَبُ تَوَصَّلُ اِلَیۡکَ"
 مالک میرے! میں تیری نشانوں کو کیا ڈھونڈتا جاؤں، کہیں ایسا نہ ہو
 کہ زیارت گاہ دور ہو جائے، میں آثار میں کہاں تک فکر کروں۔ ایسا نہ ہو کہ
 مؤثر نگاہوں سے ہٹ جائے، پروردگارا! کیا تیرے غیر کے لیے بھی کوئی ظہور
 ہے جو تجھے میسر نہ ہو۔ پروردگارا! تو غائب کہاں ہے کہ میں کسی کو دلیل بنا کر
 تیری بارگاہ میں لاؤں، تو دور کہاں ہے کہ میں تجھے ڈھونڈتا پھروں۔ (اس
 کے بعد دعا کی شان دیکھیے۔ پروردگارا! اس نے کیا کھویا جس نے
 تجھ کو پایا، اور اس نے کیا پایا جس نے تجھ کو کھویا:-

یہ شانِ دعا ہے۔

دعا کی ساری مصلحت یہی ہے کہ دل برآں حاضر و ناظر رہے۔ دل ہمیشہ
 طالب و سائل رہے، دل ہمیشہ اس بات کو محسوس کرتا رہے کہ کوئی قریب ہے اور اس
 اعتبار سے دعا کی جاتی ہے اور بار بار قرآن یہ کہتا ہے۔ دیکھو! یہ کہتے رہنا:

"رَبَّنَا لَا تَزِغۡ قُلُوۡبَنَا بَعۡدَ اِذۡ هَدَیۡتَنَا وَهَبۡ لَنَا مِنْ
 لَّدُنْکَ رَحْمَۃً اِنَّکَ اَنْتَ الْوَهَّابُ" (سورہ آل عمران)

اے ہمارے پروردگار! تو ہمارے قلوب میں اپنی ہدایت کے بعد کبھی پیدا نہ کر اور ہمیں اپنی بارگاہ سے رحمت عطا فرما، بیشک تو بڑا عطا فرمانے والا ہے۔

(یعنی) پروردگار کہیں میرے قلب میں کوئی ایسی بات نہ ہو کہ کبھی آجائے ہدایت کے بعد پھر کبھی نہ ہو مجھے ثابت قدم رکھ تیری بارگاہ میں چلتے ہوئے تیری بارگاہ میں حاضری دیتے ہوئے میں ثابت قدم رہوں۔

اسی طرح سرکار رسالت نے ایک دعا کی تھی اسی روز بدر، بدر کی لڑائی چھڑی، دوسری ہجری اور عجیب دعا ہے، یاد رکھنے کے قابل ہے دعا صرف دو زبانوں پر آئی تھی۔ اللہ کے دو بندوں نے اس دعا کو دہرایا اور یہ تاریخ میں اسٹی کے لیے محدود اور مخصوص ہو کر رہ گئی۔ صبح بدر رسول نے اس دعا کو پڑھا۔ صبح عاشور حسین نے اس دعا کو پڑھا۔ اب اس دعا کو مجھ سے بھی سن لیجیے۔ ایک ہی دعا تھی نانا اور نواسے کی، صبح بدر اور صبح عاشور۔

اللَّهُمَّ أَنْتَ ثَقِيٌّ فِي كُلِّ كَرْبٍ وَرَجَاءٍ فِي كُلِّ شِدَّةٍ وَأَنْتَ وَلِيُّ فِي كُلِّ أَمْرٍ نَزَلَ فِي شَقَّةٍ وَعُدَّةٍ وَكَدٍّ مِنْ كَرْبٍ يَضَعُفُ عِنْدَ الْفَوَادِ نَقْلٍ فِيهِ الْحِيلَةُ وَتَحْذِلُ فِيهِ الصِّدْقُ وَلِيَّتِي بِهِ الْعَدُوُّ وَأَنْزَلَتْ بِكَ وَشَكْوَتِهِ إِلَيْكَ رَغْبَةً مِنْنِي إِلَيْكَ عَمَّنْ سِوَاكَ فَفَرَجْتَهُ وَكَشَفْتَ فَأَنْتَ كُلِّ نِعْمَةٍ وَصَاحِبُ كُلِّ حَسَنَةٍ وَمَنْتَهَى كُلِّ رَغْبَةٍ

پروردگار! تو میرا واحد سہارا ہے، پروردگار! تیرے سوا میرا کوئی سہارا نہیں ہے۔ پروردگار! تجھی پر مجھ کو سہارا ہے۔ پروردگار! کتنی تکلیفیں کبھی کبھی ایسی پڑتی

میں کہ جن سے کبھی کبھی دل کمزور ہو جاتا ہے اور دشمن اس وقت رسوا کرنا چاہتا ہے اور دوست اس وقت ہنسی اڑاتا ہے کبھی کبھی ایسی گھڑیاں آتی ہیں اور جب ایسی گھڑی آئی تو میں نے بلا تاخیر تیری بارگاہ میں توجہ کی ہے، میں نے تجھ کو پکارا ہے۔ میں نے تیری طرف توجہ کی ہے، تو نے اس طرح سے ہر بلا کو مجھ سے ٹال دیا پروردگار! آج بھی میرے لیے سہارا بن جا۔ یہ صبح بدر کی دعا ہے۔ اور اسی کے تلاوت صبح عاشور حسین نے کی۔

روز عاشور حسین نے دو دعائیں کی ہیں۔ ایک دعا صبح عاشور اور ایک دعا سارے عزیزوں کے قتل ہونے کے بعد اور یہ دعا عجیب ہے۔ اس دعا کے کیے علماء نے لکھا ہے کہ اس دعا کو تیسری شعبان کی رات شب بولود پڑھا جائے۔

”اللَّهُمَّ أَنْتَ مُتَعَالِي الْمَكَانِ عَظِيمِ الْحَبَرِ وَتَشَدِيدُ الْمِحَالِ غَنِيٌّ عَنِ الْخَلَائِقِ غَرِيضُ الْكَبَرِ يَا قَادِرُ عَلَى مَا نَشَاءُ قَرِيبُ الرَّحْمَةِ وَشَكُورُ إِذَا شَكَرْتَ وَذَكُورُ إِذَا ذَكَرْتَ أَحْكَمُ بَيْنَنَا وَبَيْنَ قَوْمِنَا وَحَنُّ عِثْرَةِ نَبِيِّكَ وَذَلُّ حَبِيبِكَ مُحَمَّدٍ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ الَّذِي اضْطَقَّتْهُ بِالْإِسْلَامِ وَالْأُفْقُتُهُ عَلَى وَحْيِكَ“

پروردگار! تیرا مکان بلند ہے، تیرے جبروت میں عظمت ہے۔ پروردگار! تو ہر ایک سے قریب ہے، اے مالک میرے! تو ہر آفت میں ہر مشکل میں امداد سہارا ہے۔ عرض کرتے ہیں بارگاہ رب العزت میں پروردگار! تیری ذات گرامی وہ ہے کہ جب تیرا کوئی ذکر کرتا ہے تو اس بدلہ میں تو خود ذکر ہو جاتا ہے۔ اور جب کوئی تیرا شکر ادا کرتا ہے تو اس کی قدر کرنے لگتا ہے۔ پروردگار! آج ہم میں اور اس قوم میں فیصلہ فرما، ہم تیرے نبی کی عترت ہیں۔ ہم اس کی اولاد

ہیں کہ جس کو تو نے امین بنایا تھا اپنی وحی اور رسالت پر۔
آپ نے دیکھا کہ شانِ دعا وہ ہو کہ جہاں رات کی تاریکی میں دل مفرد
رہے۔ مگر صرف ایک بات جب ہم دعا کریں تو یقیناً اس دعا کے ساتھ کوئی اور ایسا
واسطہ بھی رہے کہ دعا پھر رد نہ ہو سکے۔

چنانچہ بار بار عرض کیا گیا ہے واپس ہوتے والے جب درجہ منورہ
پہنچتے ہیں اور قسیر رسول پر آتے ہیں تو سورہ نسا کی اس آیت کی تلاوت کرتے ہیں
”وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ جَاءُوكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللَّهَ“
وہ لوگ جنہوں نے اپنے نفسوں پر ظلم کیا ہے اور وہ جب تیرے پاس آئیں
اے حبیب! اور خدائے بخشش مانگیں ”وَاسْتَغْفِرْ لَهُمُ الرَّسُولُ أَوْجَدُوا
اللَّهُ تَوَّابًا رَحِيمًا“ اور اگر اے رسول! تم ان کے درمیان واسطہ بن جاؤ
یقیناً اللہ کو وہ لوگ بخشے والا اور رحم کرنے والا پائیں گے۔ فَلَا وَرَبِّكَ لَا
يُؤْمِنُونَ حَتَّىٰ يُخْلِقُوا لَكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ شَيْئًا لَا يَحْدُثُ فِي
أَنْفُسِهِمْ حَسْرًا جَاءَتْهُمْ أَقْضِيَتْ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا (نہ ۶۵)
اے محمد! تمہارے رب کی قسم یہ یوں کبھی نہیں ہو سکے جب تک کہ اپنے
معاملات میں تم کو واسطہ نہ بنائیں اور جو فیصلہ تم کر دو اس سے اپنے دل میں بھی
تنگی محسوس نہ کریں، بلکہ اس کو خوشی سے مان لیں۔ سر بسر تسلیم کریں۔

اور سورہ احزاب میں ارشاد ہوا:

”إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ
آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا“ (سورہ احزاب آیت ۵۶)

یہ آیت درود ہے جو سورہ احزاب میں موجود ہے تو درود اور دعا کو
واسطہ بنائے رہو تاکہ دعا رد نہ ہو سکے۔

یہی وہ منزل ہے کہ عبرت پہنچانی جاتی ہے اور اسی منزل پر پہنچ کر
فرزندِ رسول نے طویل دعائیں کی ہیں۔ روزِ عاشورہ، مرزا دبیر نے وہ دعائیں نظم بھی کی ہیں
ایک مقام پر مختصر سی ایک دعا یہ ہے:
غم کا مجھ غم ہے نہ خوشی مجھ کو خوشی کی تو سر پہ ہے پروا نہیں بندے کو کسمی کی
ہاں ایک یہ حاجت ہے حسین ابنِ علی کی سرنگے نہ دیکھوں میں نواہی کو غم سے کی
بے پروہ وہ جب ہو کہ میں بیہودہ نہیں ہوں
اور لیل تیری مرضی ہے تو باہر بھی نہیں ہوں

یہ شانِ دعا ہے یعنی نفسِ مطمئنہ آگے بڑھ رہا ہے۔ ظاہر ہے کہ آپ شام
غریباں کا اہتمام کر رہے ہیں اور مجھ سے بھی یہی توقع کر رہے ہیں کہ میں شام غریباں پر
گفتگو کروں لیکن شام ہونے سے پہلے کی روداد یہ ہے۔ حسین ابنِ علی عزیزوں کو خدا
حافظ کہہ کر انصار کے لاشے اٹھا کر جب خیمے میں آئے اور ایک مرتبہ گھر کی حالت دیکھی
اللہ کی گھروالے کو اس طرح سے گھر کا بڑا ناہ دکھائے۔ سب کے سب پریشان ہیں۔
سب کے سب حیران ہیں۔ عابد بیمار کے سر ہانے پہنچے سورہ حمد کی تلاوت کی، بازو کو
تھام۔ عابد بیمار نے آنکھیں کھولیں اور مضطربانہ پوچھا:

بابا! آپ زخمی ہیں۔ کیا چچا جان مارے گئے؟

کہا۔ ہاں، بیٹا سب گھر کا گھر قتل ہو گیا بس اتنا کہنے کے لیے آیا ہوں
اب یہ گھر تمہارے حوالے ہے یہ کہہ کر تمہارے حوالے ہے۔ عابد بیمار اس گھر کا ذرا خیال رکھنا
خدا حافظ کہہ کے چلے تھے کہ عابد بیمار نے چاہا کہ کھڑے ہو جائیں۔
امام نے فرمایا: میرے حق کی قسم لیٹ جاؤ۔ تم کو اجازت نہیں ہے۔

سُنیہ یہ بند مرزا دبیر کے مرنے کا ہے جس کا مطلع ہے ”جب صفحہ شہر گئے نہ لبین کو“

اور روزِ اب صبر کرو باپ کو جانی کچھ دتی ہو عباس کو پیغام زبانی
اُدے ہیں اب لعل یہ ہے تشنہ دہانی ملتا ہے تو بی بی کیلے لاتے ہیں پانی

محبوب الہی کے نواسے ہیں سکیئہ

ہم بھی تو کئی روز کے پیارے ہیں سکیئہ

اب بچی چپ ہو گئی جب باپ نے پیاس کا تذکرہ کیا بچی چپ ہو گئی۔ حدیث
کے الفاظ بھی یہی ہیں کہ سکیئہ! اب مجھے جانے دو، شاید میں تمہارے لیے پانی
لا سکوں۔ سکیئہ یہیں ٹھہرو۔

حسین گئے عصر کا وقت آگیا کر بلا کے میدان میں شام ہو گئی۔ حسین گئے اور
آفتاب ڈوبا۔ حسین گئے اور بچی نے ملاپچے کھائے، حسین گئے اور بچی کے گوشوارے
چھین لیے گئے، بچی انتظار میں رہی خیمے جل گئے۔ بی بیوں کو چادریں چھین لی گئیں بچی بھی
کھتی رہی، بابا نہیں آئے۔ بابا کہہ کے گئے تھے، بابا نہیں آئے۔

جناب زینب جلتے ہوئے خیموں سے بچوں کو نکال کر لائیں اور ایک مرتبہ سب
کو دیکھا روع کیا۔ گھبرا کے کہا۔ ام کلثوم! سکیئہ بی بی نہیں ہیں، ام کلثوم!
سکیئہ بی بی نہیں ہیں۔ ام کلثوم! تم یہاں بیٹھو میں ذرا جا کر دیکھ آؤں شاید نہر پر
چپا کے پاس گئی ہو۔ بہر کے قریب گئیں، آواز دی عباس! وہاں سکیئہ تو نہیں ہے
وہاں سکیئہ تو نہیں آئی۔

کوئی جواب نہیں آیا۔ وہاں سے سیدھی مقل میں آئیں۔ لاش حسین کے قریب آئیں بھائی دہاں
سکیئہ ہے؟ ایک مرتبہ ایک آواز پیدا ہوئی زینب! ہستہ بولو! میرے سینے پر سو رہی ہے۔ میرے
سینے پر سو رہی ہے۔ جناب زینب نزدیک پہنچیں، بی بی کا بازو تھام کر بلایا سکیئہ بی بی جنگل میں
نہیں موتے۔ ایک مرتبہ آنکھیں کھول کر کہا۔ بھوپا اماں! میرے بابا اکیلے ہی میں نہیں آؤں
گی۔ زینب نے کہا چلو بی بی سکیئہ گھر چلو سکیئہ۔

باہر آئے اور آواز دی زینب و ام کلثوم، رقیۃ اور سکیئہ تم سب کو
حسین کا آخری سلام۔

اس کے بعد خیمے کا پردہ اٹھایا اور جناب زینب سے بھی رخصت ہوئے۔
اچانک ایک بچی نے دامن تھام لیا، ایسے موقع پر بچی نے کہا:

بابا جلتے ہو، جاؤ بابا، جاؤ بابا۔
میرا میں کہتے ہیں بچی نے کہا:

نیز آئے گی جب آپ کی بو پاؤں کی بابا
میں رات کو مقتل میں چل آؤں گی بابا

فسر مایا نکلتی نہیں سیدانیاں باہر چھاتی پر سلاٹیں کی تھیں رات کو سارے
وہ کہتی تھی سوئیں گے کہاں پھر علی اصغر فرماتے تھے بس عندئہ کرو عندئہ میں تم پر

شب ہوئے گی اور دشت میں ہم سوئیں گے بی بی
اصغر میرے ساتھ آج وہیں سوئیں گے بی بی

وہ کہتی تھی بس دیکھ لیا آپ کا بھی پیار میں آپ سے بولوں گی نہ اب یا شہ ابراہ
اچانک اگر کیجیے جلد آنے کا اقرار مر جائے گی اس شب کو ٹرپ کریدل افکار

کیسی ہیں یہ باتیں میرا دل روتا ہے بابا
گھر چھوڑ کے جنگل میں کوئی سوتا ہے بابا

اصغر کبھی ساتھ آپ کے ایک نہیں سوئے پہلا لیا اماں نے اگر چونک کے روئے
شفقت تھی مجھ پر کہ یہ بے چین نہ ہوئے یہ پیار جو جس پر لے لوں ہاتھ سے کھوئے

جیتے رہیں فرزند کہ سب لخت جب گریں
میں آپ کی بیٹی ہوں وہ اماں کے پسریں

اب کیا جواب دیتے ہیں حسین۔ ایک مرتبہ گفتگو کے سلسلے کو بدل کر کہا:

سجده

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

أُولَٰئِكَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيِّينَ مِن
ذُرِّيَّةِ آدَمَ وَمِمَّنْ حَمَلْنَا مَعَ نُوحٍ وَمِن ذُرِّيَّةِ
إِبْرَاهِيمَ وَإِسْرَٰئِيلَ وَمِمَّنْ هَدَيْنَا وَاجْتَبَيْنَا
إِذْ تَخَضَّعُوا لِلَّهِ أَيْتِ الرَّحْمَنِ خُشُّوا وَسُجَّدُوا
وَبُكِّيَا • (سورہ مريم آیت ۵۸)

یہ سورہ مريم کی آیت ہے۔ اور ظاہری ترجمہ آیت کا یہ ہے

یہی وہ ہیں جن پر اللہ نے انعام فرمایا، انبیاء میں سے، اولادِ آدم میں سے
اور ان میں سے جنہیں ہم نے نوح کے ساتھ (کشتی پر) اٹھایا، اور ابراہیم و
اسرائیل (یعقوب) کی اولاد میں سے اور جن میں سے ہم نے ہدایت یافتہ بنائے
اور منتخب کیے، جب ان پر رحمن کی آیات کی تلاوت کی جاتی ہے تو خُشُّوا
سُجَّدُوا اَوْ بُکِّيَا، تو روتے روتے سجدے میں گر پڑتے ہیں۔
انبیاء کا شعار سجدہ، انبیاء کا طریقہ سجدہ، اولیا کی زندگی سجدہ محبت

کار از سجدہ، معرفت کی تلاش سجدہ اور پھر اس تذکرے کے ساتھ کہ جن پر ہم نے اپنی نعمتوں کو نازل کیا۔ انبیاء میں سے ان کا شعار ہی یہ ہے کہ رحمن کی آیتیں ان پر پڑھی جاتی ہیں تو وہ روتے روتے سجدہ میں گر پڑتے ہیں۔

تقاضائے رحمانیت سجدہ۔ جہاں جو عمل والے ہوں کہ وہ اپنے خوانِ کرم سے فرعون کو بھی سرفراز کرے اور موسیٰ کو بھی، ابراہیم کو بھی عطا کرے، غمزد کو بھی، اسحق و یسوع کو بھی، اور دشمن پرورش پائیں اور اس ہی کی محنتوں سے موصد اور مشرک استفادہ کریں تو وہ رحمن اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ اسے انسان اب تو سجدہ کر دے یہ وہ منزل ہے کہ جہاں میں مختصر سی توجہ کا طالب ہوں

قرآن مجید میں لفظ سجدہ پچیس مقامات پر آیا ہے۔ اگر آپ قرآن مجید کی تلاوت کے دوران مسلسل دیکھتے ہوئے جائیں تو ایک مقام پر آپ کو یہ ارشاد بھی ملے گا سورہ رعد میں کہ: **وَلِلّٰهِ يَسْجُدُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ طَوْعًا وَكَرْهًا وَظِلَالُهُم بِالْغُدُوِّ وَالْاَصَالِ** (سورہ رعد آیت ۱۵) اسی کو سجدہ کرتے ہیں زمین و آسمان میں جو بھی ہے ”مَنْ“ ذوی العقول کے لیے سے **وَلِلّٰهِ يَسْجُدُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ** اور ان کے اطفال کے سائے فقط یہی نہیں کہ جہاں آفتاب کسی چیز کو اپنے سامنے حائل دیکھ کر سایہ ڈال دے ان کے اثرات جہاں تک جائیں ان کا نفوذ جہاں جہاں تک جائے ان کا ظل بننے کی جو جو کوشش کرے وہ سب کے سب سجدہ کرتے ہیں ان کے اطفال بھی سب ہر کرتے ہیں ان کے سائے بھی سب ہر کرتے ہیں۔

اس کے بعد سورہ نحل میں ارشاد ہوا: **وَلِلّٰهِ يَسْجُدُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ مِنْ دَابَّةٍ وَالْمَلَائِكَةُ وَهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ** (سورہ نحل آیت ۴۹)

یہ ”مَا“ غیر ذوی العقول کے لیے ہے۔ ”ہر وہ شے سجدہ کرتی ہے جو بھی آسمانوں میں ہے اور جو بھی زمین میں ہے وہ ذوی العقول ہو تو سجدہ کرے، غیر ذوی العقول ہو تو سجدہ کرے۔ کائنات کی کوئی ایسی چیز نہیں ہے جو سجدے کا انکار کرے۔ ایک ایک ذرہ مقامِ تسبیح پر ہے۔ **وَإِنْ مِنْ شَيْءٍ إِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِیْ وَلَٰكِنْ لَا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِيحَهُۥٓ إِنَّہٗ كَانَ حَلِیْمًا غَفُورًا** ۱۰

(سورہ نجا اسرائیل آیت ۴۴)

کوئی شے ایسی نہیں ہے جو اپنے رب کی تسبیح نہ کرتی ہو، مگر یہی کہ تم اس کی تسبیح کو نہیں سمجھ سکتے۔

”مَا مِنْ شَيْءٍ إِلَّا لَهُ لِسَانٌ لِّتَكُنِ التَّسْبِيحُ“
کوئی شے ایسی نہیں ہے جس کی زبان ملکوتی نہ ہو جس سے تسبیح و تقدیس تسبیل و تحمید الہی نہ ہوتی ہو

ساری کائنات تسبیح کی منزل پر ہے اور تحریج و تقدیس کا کمال انتہائے بندگی، کچھ منازل کے بعد پہلی منزل جہاں توجہ ایک طرف ہو ”رُخِ حَیَاتِ“ ایک طرف ہو

”لِّکُلِّ وَجْهَةٍ“ **هُوَ مَوْلٰیہَا**
”ہر ایک کے لیے ایک رُخِ حیات ہے وہی اس کی طرف توجہ ہوتا ہے“ آپ کھڑے ہو گئے یہ قیام ہے۔

”وَجْهَتْ وَجْہِیْ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ“
(سورہ انعام آیت ۷۹)

توجہات کو اپنے خالق کی طرف معطوف کر رہا ہوں، آسمانوں اور زمین کو پیدا کرنے والے کی طرف مبذول کر رہا ہوں، اور یقیناً میرا قیام اسی لیے ہے۔

سورہ فرقان قرآن مجید کا پچیسواں سورہ ہے: ارشاد باری تعالیٰ ہے:
 وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْْنًا (فرقان آیت ۶۲)
 اور رحمن کے بند زمین پر سرجھکا کر چلتے ہیں اور اذا خَاطَبَهُمُ الْجَاهِلُوْنَ
 قَالُوْا سَلَامًا (سورہ فرقان آیت ۶۳) اور جب کوئی جاہل ان سے
 خطاب کرتا ہے تو کہتے ہیں تم سلامت رہو تم اچھے رہو۔
 یعنی ان کی باتوں میں یہ سٹھاس ہے۔

”وَالَّذِيْنَ يَبۡتَغُوْنَ لِوٰجِبِهِمْ سُجۡدًا وَّ قِيَامًا“ (فرقان آیت ۶۴)
 (اور وہ جو اپنے رب کے لیے سجدے و قیام میں راتیں بسر کرتے ہیں۔)

رحمن کا بندہ ہی سجدہ کرتا ہے۔ وہ سجدہ کہ جہاں انسان کبھی کبھی انتہائی
 کفر کے باوجود انتہائی عدوان کے باوجود ایک منزل محسوس کرتا ہے کہ کوئی ہے میرا
 سدا کرنے والا، کوئی ہے میرا خالق، اور سجدہ، سجدہ بے اختیار۔ فرعون نے موسیٰ
 سے کہا: ”وَمَا رَبُّ الْعَالَمِيْنَ“
 (رب العالمین کیا چیز ہے؟)

موسیٰ نے بتلایا رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا اِنْ
 كُنْتُمْ مُّوقِنِيْنَ (سورہ شورا ۲۴)
 (اگر تم یقین کرو تو (منو!) وہ رب ہے آسمانوں اور زمین کا اور جو کچھ ان
 دونوں کے درمیان ہے)

فرعون نے اپنے دربار والوں سے کہا: سنئے ہو یہ کیا کہہ رہا ہے؟
 بے اختیار (فر) موسیٰ نے کہا: ”رَبُّكُمْ وَرَبُّ الْاَبَاۡكُمْ
 الْاَوَّلِيْنَ“ (فرقان آیت ۶۵) (جو تمہارا رب ہے اور تمہارے پہلے
 باپ دادا کا رب ہے۔)

یہ ایک صورتِ بندگی ہے اور پھر رکوع، کہ جہاں یہ بھی پسند نہ ہوا۔
 میں حالتِ قیام میں اپنی انا کو منواؤں، یہ قیام بھی نہیں بلکہ رکوع ہے۔ اور اس کے
 بعد تیسری منزل انتہائی منزلِ عبادت ہے کہ جہاں نہ قیام پسند ہے نہ رکوع،
 اب سجدہ چاہیے، اب قتلے ذات چاہیے۔ اب جس اپنی بقا نہیں کسی اور کی بقا منظور
 ہے۔ سجدہ شرافتِ انسان، سجدہ کمالِ حیاتِ انسان، اب دل ٹرپے تو سجدہ کرے
 نعمت ملے تو سجدہ کرے، ذرا سی کوئی اچھی بات ہو جائے تو سجدہ کرے۔ یہ سجدہ
 کی حالت انسان کو کامران و کامیاب بنائے گی۔ نہ گھبراؤ سجدے سے نہ بھاگو
 سجدے سے، منہ نہ پھیرو سجدے سے۔

حرم تیرا خودی غیر کی! معاذ اللہ دوبارہ زندہ نہ کر کار و بارِ لالت و منات
 وہ ایک سجدہ جسے تو گراں سمجھتا ہے ہزار سجدوں سے دیتا ہے آدمی کو بجات
 اس طرح سے انسان ساری زندگی میں ان لمحات کی قدر کرے کہ جہاں
 دل ٹرپ کے یہ چاہے کہ چلو سجدہ کرید یعنی یہ ضروری نہیں کہ وقت سجدہ آنے یہ ضرور نا
 نہیں کہ وقتِ عبادت رہے۔ بھی ذرا سی نعمت ملی، سجدہ، ذرا سی خطا نظر آئی سجدہ
 ذرا سی خوشی معلوم ہوئی سجدہ۔ نہیں ذرا سا غم آگیا سجدہ، ذرا سا اندوہ پیدا ہوا سجدہ
 وہ غم وہم میں اور خوشی و مسرت میں سجدے کی عادت، یہ انبیاء کا شعار ہے مگر اس
 کے ساتھ قرآن نے کہا کہ یوں سجدہ نہیں کرتے، روتے روتے سجدے میں گر پڑتے
 ہیں، تو روتا اور سجدے میں گرنا، یہ انبیاء کا شعار ہے۔

”وَ اِذَا اَتٰتْنٰی عَلَيْهِمْ اٰیٰتُ الرَّحْمٰنِ خَرُّوْا سُجَّدًا وَّابۡكِیَا۔“
 (سورہ مریم آیت ۵۸)

اور جب ان پر رحمن کی آیتوں کی تلاوت کی جاتی ہے تو وہ روتے روتے چپٹ
 میں گر پڑتے ہیں۔

اہل دربار نے کہا کہ یہ تو مجنون ہو گیا ہے۔
مگر موسیٰ رکتے نہیں ہیں رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَمَا
بَيْنَهُمَا إِنَّكُمْ تَعْقِلُونَ (سورہ شعرا آیت ۲۸)
وہ مشرق کا بھی رب ہے اور مغرب کا بھی رب ہے اگر تم یقین کرو
اُس نے کہا کہ ہم تم کو سزا دیں گے اور تجویز قرار پائی کہ جادو گروں کو
بلا یا جائے تاکہ وہ اپنے سحر سے موسیٰ کو شکست دیں۔ جادو گر جمع ہوئے
فَالْتَقَىٰ مُوسَىٰ عَصَاهُ
”پس موسیٰ نے اپنے عصا کو پھینک دیا۔“
اور جیسے جیسے ان جادو گروں کی رسیاں سانپ بنتی جا رہی تھیں ان کا عصا ان سب
کو نگلتا جا رہا تھا۔

اس کیفیت کو دیکھ کر ”فَالْتَقَىٰ السَّحَرَةُ سُجُودًا“
پس جادو گر سجدے میں گر پڑے (سورہ شعرا ۴۲)
اور بے اختیار کہا ”اٰمَنَّا بِرَبِّ الْعَالَمِيْنَ“ (شعرا ۴۷)
ہم عالمین کے رب پر ایمان لائے کون عالمین کا رب۔
نسبت بھی چاہیے تھی۔ کہا ”رَبِّ مُوسَىٰ وَهَارُونَ“ (شعرا ۴۸)
ہم موسیٰ و ہارون کے رب پر ایمان لائے۔
فرعون نے بگڑ کر کہا کہ ”اٰمَنْتُ لَكَ قَبْلَ اَنْ اُذِنَ لَكَ“
تم میری اجازت کے بغیر ایمان لائے ہو (شعرا ۴۹)
وَلَا قُطِعَتْ اَيْدِيْكُمْ وَاَرْجُلُكُمْ مِنْ خِلَافٍ (شعرا ۴۹)
یقیناً اب میں تمہارے ہاتھ اور پاؤں مختلف سمتوں سے کاٹوں گا یعنی
سیدھا ہاتھ بائیں پاؤں اور بائیں ہاتھ سیدھا پاؤں۔ وَلَا وَصَلَتْكُمْ فَجَعَلْنٰ

اور تم سب کو صلیب (سولی) پر لٹکا دوں گا
چونکہ وہ سجدہ کر چکے تھے اور سجدے کی طاقت یہ تھی کہ بے اختیار
کہنے لگے ”لَا ضَيْرَ اِنَّا اِلٰی رَبِّنَا مُنْقَلِبُونَ“ (سورہ شعرا ۵۰)
اب ہم کو ڈر نہیں، ہم اپنے رب کی طرف منقلب ہونے والے ہیں
یہ سجدے کی طاقت تھی کہ جو پیشانی سجدے میں جھک پڑتی ہے
وہ غیر حق سے اور غیر معبود سے پھر کسی منزل پر اپنی عاجزی یا اپنی تواضع کا اظہار
نہیں کرتی، بلکہ اس میں ایک ایسی قوت آتی ہے جو فرعون کی ساری سزاؤں کے
اعلان کے بعد بھی اُس کے جادو گر کہتے ہیں کہ ہم تو منقلب ہو گئے۔

سجدہ بدل دیتا ہے ہستی کو، سجدہ بدل دیتا ہے فطرت کو، سجدہ
منقلب کر دیتا ہے سجدہ انبیاء کے گروہ نے کیا، سجدہ ادویاء کے گروہ نے کیا، سجدہ انھوں نے کیا جنھوں
رحمن کو رحمن مانا۔

پھر اس منزل پر پیغمبر کو سورہ شعرا میں حکم ہے کہ تَوَكَّلْ عَلٰی
الْعَزِزِّ الرَّحِيْمِ الَّذِیْ یَاوَدُّ حَیْنَ تَقُوْمُ ۝ وَتَقْلِبُکَ
فِی السُّجُودِ ۝ (سورہ شعرا آیت ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹)
تو اپنے رب پر بھروسہ کر کہ جو تجھے قیام کی حالت میں دیکھتا ہے، جہاں بھی تو کھڑا ہوتا
ہے، جب تو بیل بدل کر سجدہ کرنے لگتا ہے۔

اس کی تفسیر امام فخر الدین رازی نے کی کہ تَقْلِبُکَ فِی السُّجُودِ
کہ تو ساجدین میں کروٹیں لے رہا تھا۔

تو انھوں نے کہا کہ آبار پیغمبر ہیں، یہ اجداد پیغمبر ہیں جو سب کے سب سجدہ
کرنے والے تھے جو سب کے سب رحمن کو رحمن مانتے تھے جو سب سے سب
رب العالمین کو رب العالمین جاننے والے تھے پیغمبر کے آبار و اجداد ساجدین میں تھے

اور وہ جن کو پیغمبر نے ادب سکھایا، اُن کا یہ عالم ہے کہ جب قرآن نے ان کا قصیدہ شروع کیا تو آواز دی "إِنَّ اللَّهَ اشْتَرَى مِنَ الْمُؤْمِنِينَ أَنْفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ بِأَنْ لَهُمُ الْجَنَّةَ" (سورہ توبہ آیت ۱۱۱)

اللہ نے صاحبانِ ایمان سے ان کے نفوس کو اور ان کے اموال

کو خرید لیا ہے یہ کہہ کر کہ ابدی نعمتیں (جنت) دیں گے

"يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَيَقْتُلُونَ وَيُقْتَلُونَ"

اللہ کی راہ میں قتل کرتے ہیں قتال کرتے ہیں اور قتل ہو جاتے ہیں

"وَعَدَ اللَّهُ حَقًّا فِي النَّوْرِ وَالْإِنْجِيلِ وَالْطُّورِ"

یہ وعدہ حق ہے۔ تورات میں اور انجیل میں اور توران میں

"وَمَنْ أَوْفَى بِعَهْدِهِ مِنَ اللَّهِ" اور اللہ سے بڑھ کر وعدہ پورا کرنے والا کون

"فَأَسْتَبْشِرُوا بَبَيْعِكُمُ الَّذِي بَايَعْتُمْ بِهِ" وَذَلِكَ هُوَ

الْفَوْزُ الْعَظِيمُ • (توبہ آیت ۱۱۱)

اور سنو! یہ تمہارے لیے فوزِ عظیم ہے اس سودے پر ناز کرو

کون ہی قتل ہونے والے یہ قتل کرنے والے نفسوں کو بیچنے والے یہ کون ہیں:

"الَّذِينَ يَبُيُونَ الْعَبْدَ وَالْحَبْدَ وَالْأَنْفُسَ وَالْأَكْعُونَ

السَّجْدَ وَالْأَكْعُونَ" یہ توبہ کرنے والے، یہ روزہ رکھنے والے عبادت گزار، یہ حمد

کرنے والے، یہ سجدہ کرنے والے:

"الْأَمْوَالُ بِالْمَعْرُوفِ وَالْأَنْفُسُ عَنِ الْمُنْكَرِ وَالْحَفِظُونَ

لِحُدُودِ اللَّهِ" وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِينَ • (سورہ توبہ آیت ۱۱۲)

یہ حکم دینے والے نیکوں کے، منکر (برائیوں) سے روکنے والے، یہ حدودِ الہی کی حفاظت

کرنے والے ہیں، ان صاحبانِ ایمان کو خوشخبری دے دو۔

آپ نے دیکھا کہ یہاں بھی سجدے کی منزل تائیں کے بعد ہے،

عابدین کے بعد ہے، حامدین کے بعد ہے، سائین کے بعد ہے، راكعین کے بعد

ہے، آخری منزل عملِ ساجدوں ہے۔

سجدہ انتہائے بندگی، سجدہ خلاصہ بندگی ہے، سجدہ انتہائے زندگی

اور سجدہ وہ کہ جہاں انسان اگر صحیح معنی میں یہ طے کر لے کہ ہم اپنے رہنے کے مقامات

میں ایک ایسی مخصوص جگہ بنائیں گے، جہاں ہر حال، اور ہر لحظہ، جب دل چاہے ایک

سجدہ بے اختیار (بلا تامل) ہو جائے۔ دعا کی، اور کچھ پڑھنے کی اور بیچ پڑھنے

کی اور بیچ کو بتلانے کی چننا ضرورت نہیں ہے۔ سجدہ ہو، دل ٹرپ جائے کہ خالق!

تیرا شکر ہے کہ سجدے کا موقع ملا، سجدے کی حقیقت کو جانو، سجدے کو سمجھو، تاکہ

دل بے چین ہو، دل میں اضطراب کی کیفیت ہو، اور انسان چاہے کہ یہ پیشانی خاک پر

رکھ دی جائے۔ ممکن ہے کہ دنیا اس کو دیوانہ ہی سمجھے کہ یہ بار بار سجدہ کرتا ہے۔ مگر

ان کو کیا معلوم کہ ساجدین کا سردار کون ہے؟ کیا معلوم کہ عابدین کا سردار کون ہے؟

ان کو کیا معلوم کہ سجدہ کرنا کتنی بڑی نعمت ہے۔ مقام رکوع غفلتِ الہی کا تصور ہے

مقام سجود، علو الہی کا تصور ہے، وہاں سبحان ربی العظیم کہہ کے آگے

بڑھ گئے، یہاں سبحان ربی الاعلیٰ کہہ کر سر رکھ دیا۔ علو ہے علو ہے۔ مالک

تیرے لیے علو ہے اور میری پستی کو تو جانتا ہے اور اس طرح مقامِ تضرع میں جب

کسی نے سجدہ کیا تو پھر اس کی حقیقت نہ پوچھو۔

آپ کو معلوم ہے کہ پہلا جھکنا تو اس سجدہ کا ہوا تھا نا، اور پھر رسول کو

یہ کہنا پڑا کہ مَا كَانَ لِي مِنْ عِلْمٍ بِالْمَلَكِ الْأَعْلَى إِذْ يَخْتَصِمُونَ

(سورہ صافات) میں نہیں جانتا تھا کہ ملائکہ اعلیٰ میں کیا ہنگامہ تھا۔ مجھے وحی آئی کہ

جب انسان کا پیٹ بھر جاتا ہے تو وہ بغاوت کرتا ہے:

”كَلَّا لَئِنْ لَّمْ يَنْتَهِ ۖ لَنَسْفَعًا بِالنَّاصِيَةِ ۖ

پتھ تو یہ ہے کہ اگر یہ باز نہ آئے گا تو ہم اس کو پیشانی کے بالوں سے پکڑ کر کھینچ لیں گے ” نَاصِيَةٍ كَاذِبَةٍ خَاطِئَةٍ ۖ

(اُس پیشانی سے جو جھوٹی اور خطا کار ہے)

”فَلْيَدْعُ نَادِيَهُ ۖ ۝ سَكَنَ الزَّيْنِيَةِ ۖ (سورہ ملق)

وہ اپنے دوستوں کو پکارے، ہم بھی جہنم کے شعلوں کو آواز دیں گے لَا تَطْعُهُ : خبردار! اس کی اطاعت نہ کرنا۔

آخر کے دو لفظ (اس آیت کے) اگر میں پڑھتا ہوں تو سجدہ واجب ہو جائے گا۔ صرف اس کے ترجمے پر اکتفا کرتا ہوں۔ کہ: ”خبردار! اس کی اطاعت نہ کرنا، سجدہ کر کے مجھ سے تقرب حاصل کر (مجھ سے مل جا)

پیغمبر کو وحی میں یہ نسخہ بتلایا جس میں نے آخری سانس تک اس پر عمل کیا یعنی اطاعت نہیں کریں گے، بلکہ تقرب کے لیے سجدہ ”كَلَّا لَا تَطْعُهُ“ خبردار! اس کی اطاعت نہ کرنا، سجدہ کرنا اور قرب پالینا، اور اس شان سے کہ کوئی سجدہ کرنے والا یا جہاں کائنات لرز جائے۔ ایسا سجدہ۔

سجدے کی تیاری کے لیے قیام ختم ہوا، رکوع ختم ہوا، سجدے کے لیے تیاری کے لیے کائنات کو چھوڑ رہا ہے۔ بیٹھا نہیں، بھائی نہیں، بھتیجے نہیں، بھانجے نہیں، اب گھر نہیں، اہل حرم نہیں، نہیں نہیں بلکہ میں بھی نہیں۔ اب میں اور میرا معبود۔ یہ بھی سجدے کی منزل ہے۔ یہ ہے سجدے کا مقام، کس شان سے سجدہ حسین کو منظور ہے کس شان سے سجدہ میرے آقا و مولا حسین کو منظور ہے۔ پیغمبر کا نواسہ ہے۔ اس نے اپنے نانا کو بھی سجدے میں دیکھا ہے۔ بہت نزدیک سے دیکھا ہے

کانہ سے پر سوار ہو کر دیکھا ہے۔ حسین کو معلوم ہے سجدے کا اخلاص، اور اخلاص بندگی کیا ہے، اُس سجدے کی تیاری میں سب کچھ چھوڑ کر چلے: اور آواز دی: يَا زَيْنَبُ يَا ام كلثوم يَا رُقِيَّةُ يَا سُكَيْنَةَ عَلَيْكُمْ مِنِّي السَّلَام۔ تم سب پر میرا سلام، سب کو رخصت کیا، سوار ہوئے، مقتل میں آئے۔ ہائے وہ دسویں محرم کی نماز عصر۔ نماز ظہر کا وقت ختم ہو چکا، عصر کی تیاری ہے۔ حسین آخری سجدے کے لیے بے چین ہیں کچھ دیر تو صبر کیا، خوب لڑے فارغِ خبر کالال تھا، کیسے نہ لڑتا۔ ایک مرتبہ لاش لپیر نظر آئی کہا تم نے نہ دیکھی جنگ پدارے پدار کی جاں!

اس کے بعد تلوار کو روک لیا۔ زخمی ہوتے چلے گئے۔ ذوالجناح کی گردن میں ہاتھ ڈال دیا کر بلا کے میدان میں کون بن کرے، کون فریاد کرے۔ حجر کی بیٹی چیختی ہوئی کہہ رہی تھی کہ: زینب نکل! کبھی کہہ رہی تھی کہ:

جنگل سے آئی فاطمہ زہرا کی یہ صدا

اُمّت نے مجھ کو لوٹ لیا، وا محمد!

اس وقت کون حقِ رفاقت کرے، ادا

ہے یہ ظلم اور دو عالم کا مقتدا

اتیس سو بیس زخم تن چاک چاک پر

زینب نکل! حسین ٹپٹلے خاک پر

اے ارض کر بلا میرا بچہ ہے بے گناہ

اے دشتِ نینوا میرا بچہ ہے بے گناہ

اے نہرِ علقمہ! میرا بچہ ہے بے گناہ

اے دہرے وفا میرا بچہ ہے بے گناہ

گھبراہے ظالموں نے میرے نورِ عین کو

اے ذوالفقار تجھ سے میں ہوں گناہین کو

سکینہ یہاں آئی ہے ؟
آواز آئی، زینب ! آہستہ بولو، سکینہ ابھی ابھی سوئی ہے۔ سکینہ
سینے پر سو رہی ہے۔

زینب نے جا کر سکینہ کا بازو تھاما اور کہا۔ اٹھو، سکینہ اس طرح سے
راتوں کو کوئی گھسہ چھوڑ کر نہیں جاتا۔

کہا۔ چھوٹی اماں ! میرے بابا بھی تو اکیلے سو رہے ہیں، ان کو تنہا نہیں
چھوڑوں گی۔

اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلٰی الظّٰلِمِیْنَ •

حسین ابن علی پشتِ ذوالجناح پر جھک رہے تھے۔ دو ہاتھ کھپتے
ہوئے نکلے زمین سے۔ ایسے میں حسین ابن علی زمین پر آئے۔ اور آتے ہی وعدہ طفلی
یا دایا۔ انبیاء کی سیرت تھی۔ وہ وارثِ آدم تھے۔ وارثِ نوح و ابراہیم تھے۔ وہ
وارثِ موسیٰ و عیسیٰ تھے، وہ وارثِ محمد تھے، وہ وارثِ علی تھے۔ گرتے ہی سجدہ کیا۔
یہی سجدہ ہے جسے اقبال نے بھی ذکر کیا۔ یہی سجدہ ہے جسے سارے شعرا نے بھی ذکر کیا
یہی سجدہ ہے کہ جلتی ریت پر پیشانی کو رکھ کر آواز دی۔ رِضًا بِقَضَائِهِ وَتَسْلِيمًا
لَا مُرَدَّ • • • میں تیری قضا پر راضی ہوں اور تیرے امر کو تسلیم کرتا ہوں۔ وَصَبْرًا
عَلٰی بَلَاءٍ ثَلَاثٍ اور تیرے امتحان پر صبر کرتا ہوں۔ لَا مَعْبُودَ سِوَاكَ تیرے
سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ یا غِیَاثَ الْمُسْتَغِیْثِیْنَ۔ اور آخِر میں حمد ہے ایک
دعا کی اور عجیب دعا کی کہ : پروردگار ! میں نے اپنے وعدے کو پورا کیا۔ اب
تو اپنے وعدے کو پورا کر۔“

سجدہ ختم ہوا۔ سر نہیں اٹھایا گیا۔ کربلا کے میدان میں شام ہوئی، بائے
شامِ غربیاں ایسے موقع پر بہن بھی آئیں، بھائی کو سلام کیا۔ رخصت ہو گئیں، مگر سکینہ
کہہ چکی تھیں کہ۔ میں رات کو مقتل میں چلی آؤں گی بابا

جب خیمے چل چکے تو زینب نے بچوں کو گنا شروع کیا۔ تو دیکھا کہ سکینہ
نہیں ہے۔ ایک مرتبہ جلے ہوئے خیموں میں ڈھونڈتی رہی۔ عابریہ بیار سے پوچھا ام کلثوم
سے پوچھا۔ ایک ایک بی بی سے پوچھا، سکینہ تو نہیں ہے۔

کسی نے جواب نہیں دیا۔ ہر طرف آواز دی۔ ہر طرف ڈھونڈتے ہوئے
پھریں۔ جب کہیں سے کوئی جواب نہ آیا، تو دریا کی طرف گئیں، آواز دی۔ عباس !
سکینہ نہیں ہے۔

کوئی جواب نہیں آیا۔ جلدی جلدی قتل گاہ میں آئیں، کہا۔ بھائی ! کیا

یقین

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَكُنْ مِنَ السَّاجِدِينَ
وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتَّىٰ يَأْتِيَكَ الْيَقِينُ

(سورۃ الحجرات آیت ۹۸-۹۹)

سورۃ حجر کلام مجید کا پندرہواں سورہ ہے۔ یہ سورے کی آخری آیتیں ہیں اور آخری آیت کا آخری لفظ میرا موضوع ہے یعنی "یقین"۔ عبادت کا کمال سجدہ ہے اور سجدہ اس طرح سے مسلسل رہے، اس طرح سے باخلوص رہے اور عبادت کی اس طرح سے روح بن جائے ارشاد ہوتا ہے "تک عبادت کر اپنے رب کی، یہاں تک کہ تجھے یقین حاصل ہو جائے۔"

پھر ذہن میں رکھیے "اپنے رب کے نام کی تسبیح کر، اور سجدہ کرنے والوں میں سے ہو جا" اور اپنے رب کی اتنی اطاعت کر، اتنی عبادت کر کہ تجھے یقین آجائے۔ یقین کی منزل علم کا وہ کمال ہے جہاں غیب، شہود سے بدل جائے۔

جہاں غیب، غیب نہ رہے حضور بن جائے، اب اگر علم یہ مشاہدہ دنیا میں عطا کر دے تو وہ یقین اور اگر موت اس مشاہدہ کو مہیا کرے تو وہ موت یقین ہے اس لیے تفسیر میں یقین کے دونوں معنی لیے گئے ہیں۔ کہ اتنی عبادت کر کہ علم مشاہدہ کی منزل پر آجائے یا موت آجائے۔ اس لیے کہ موت قفس کے دروازے کو کھول دیتی ہے، روح کو آزاد کر دیتی ہے، ماورائے حجاب اشیا کو سامنے لاتی ہے اور انسان کو ہر شے سے آگاہ کر دیتی ہے جس سے وہ یہاں بے خبر تھا۔

اتنی عبادت کر کہ یقین آجائے۔ یقین بڑی دولت ہے۔ یعنی اگر یقین کو سمجھنا ہو، تو منہ کو کھجھو، کہ شک کیلے۔ عنوان کی اہمیت کا اندازہ آپ اس سے لگا سکتے ہیں کہ کتاب الہی قانون ربانی، کہ جو ہمارے لیے قیامت تک دستور حیات ہے۔ وہ اس طرح سے شروع نہیں ہوتا، کہ یہ رحمت کی کتاب ہے۔ یا یہ علم کی کتاب ہے یہ معرفت کی کتاب ہے، یہ حکمت کی کتاب ہے۔ بلکہ شروع کیا جاتا ہے اس کتاب کو اس طرح سے "ذَلِكَ الْكِتَابُ لَا رَيْبَ فِيهِ" یہ وہ کتاب ہے جس میں شک نہیں ہے۔ ریب نہیں ہے۔

آپ نے دیکھا اس کی اہمیت کو۔ ۹ اور عجیب بات یہ ہے کہ قرآن کا یہ دوسرا سورہ، سورہ بقرہ جو سورہ حمد کے بعد ہی شروع ہوتا ہے اس کا جو ابتدائی حصہ ہے وہ صاحبان ایمان کی تعریف میں ہے۔ اس کے بعد کافروں کے تعریف ہے، اس کے بعد ان لوگوں کی تعریف ہے جو کبھی کفار کے پاس جاتے ہیں، کبھی مسلمانوں کے پاس جاتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ کبھی ان کی باتیں سنیں، کبھی ان کی باتیں سنیں۔ تو نوع انسانی کی تقسیم کی گئی ہے۔ آغاز قرآن میں مگر جب مومنین کا تذکرہ کیا اور کہا:

"لَا رَيْبَ فِيهِ هُدًى لِّلْمُتَّقِينَ ۝ الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ

بِالْغَيْبِ وَيُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنْفِقُونَ ۝
وَالَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِمَا أُنزِلَ إِلَيْكَ وَمَا أُنزِلَ
مِّن قَبْلِكَ ۚ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْيُوقِنُونَ ۝

یہی لوگ ہیں جن کے لیے یہ کتاب ہدایت بن کر آئی ہے جو غیب پر ایمان رکھتے ہیں، نماز کا قیام ان کا فریضہ ہے اور پھر جو کچھ رزق ہم نے دیا ہے اس میں اتنا ان کرتے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جو ایمان لاتے ہیں، جو کچھ نازل ہوا تجھ سے قبل ہم نے نازل کیا۔ اور اب آیت یہاں پر ختم ہوئی۔ وبالآخرہ ہم یوقنون۔ انجام عمل پر، انجام کار پر، آخرت پر، نتیجہ پر، انتہا پر نظر نہیں یقین ہے۔ اب آپ نے دیکھا کہ کلام ہدایت کا آغاز ہی یہ ہے کہ شک نہیں، اس کتاب پر، اور ایمان کا کمال یہ ہے کہ یقین کی منزل پر پہنچے تو سجدے کے بعد جو منزل حاصل ہوئی ہے۔ وہ بجز یقین کچھ نہیں۔ اب اس طرح سے آپ ملاحظہ فرمائیں گے تو قرآن کریم میں مختلف مقامات پر یقین سے گفتگو کی گئی ہے۔ کہیں عین یقین پر گفتگو ہے۔ کسی مقام پر یہ بتلایا کہ کسی طرح سے انسان منازل یقین کو طے کرتا ہے۔

مختصر سے وقت میں ایک ذرا سا جائزہ لینا چاہتا ہوں۔ قرآن کو میان سے ملا کر قرآن نے ۲۸ مقامات پر یقین پر گفتگو کی ہے۔ اور اس طرح سے کلام معصوم نے جو صراحت کی میں اس کو بھی پیش کرنا چاہتا ہوں۔

ارشاد فرماتے ہیں، سنو! وہ یہ ہے! کہ: علم اور یقین یہ بڑی دولتیں ہیں۔ اور اس طرح کی دولتیں یہ کہ: إِذَا عَلِمْتُمْ فَاعْمَلُوا (اگر علم ہے تو عمل کرو) وَإِذَا تَقَيَّسْتُمْ إِقْدَامُوا (اگر یقین ہے تو اقدام کرو) یہ علم اور یقین کی منزل ہے۔ "لَا تَجْعَلُوا عِلْمَكُمْ جَهْلًا وَيَقِينَكُمْ شَكًّا" خبردار! اپنے علم کو جہل ہے نہ بدلو، اور اپنے یقین کو شک میں تبدیل نہ کرو

علم اپنی منزل پر رہے۔ علم کی ضد شک نہیں۔ علم کی ضد جہل ہے یقین کی ضد شک ہے، اور جہاں شک آجائے اور شک پر شک آئے اور مسلسل شک آئے تو پھر وہ بیماری ہے۔ دل کی بیماری ہے، روح کی بیماری ہے۔ جسم کی چھ حالتیں ہیں: جسم خوابیدہ ہے یا بیدار، جسم مردہ ہے یا زندہ جسم صحت مند ہے یا بیمار۔

بالکل اسی طرح روح کی چھ حالتیں ہیں: روح کی زندگی علم ہے۔ روح کی موت جہل ہے، روح کے لیے نیند غفلت ہے۔ روح کے لیے بیداری انتباہ ہے تنبیہ کرتے جانا ہے کہ ہاں ہوشیار۔ اور روح کی بیماری شک ہے، روح کی صحت یقین ہے صحت روح یقین، اور جب انسان کو یہ دولت مل جاتی ہے تو روح اپنی صحت کے ساتھ قلب کی بیماریوں کو دور کر کے، اپنے آپ کو معرفت کی راہوں میں پاتا ہے ارشاد فرمایا کہ ایمان کے لیے لازم ہے کہ صبر و یقین، عدل و جہاد۔ یقین کی چار حالتیں۔ ایک تبصرۃ الفطنۃ، یعنی زیرکی میں ڈوبا ہوا، عقلندی ہی عقلندی یقین کی پہلی حالت۔ دوسری حالت تَأَوَّلُ الْحُكْمَةِ۔ جب عقلندی میں ڈوب جائے تو حکمت کے موتی لگے۔ تیسری حالت تبصرۃ الموعظۃ، کہ برابر دنیا کو دیکھتا جائے اور عبرت حاصل کرتا جائے۔ صاحب یقین عبرت حاصل کرتا جائے۔ چوتھی حالت ماضیت جانے والوں پر نظر رہے کہ اُن کے یقین کا کیا عالم ہے۔ اس لیے کہ ہمارا مستقبل ہمارے ماضی سے کٹا ہوا نہیں ہے۔ ماضی سے کٹ کے جی نہیں سکتے ہیں۔ ہم اپنے یقین کو اسی یقین سے ملانا چاہتے ہیں۔

”اگر حجاب لمٹے آسمانی میری آنکھوں کے سامنے سے ہٹا دیے جائیں تو یقین کی منزل سے ہم نہیں گے ہی نہیں۔ جو یقین میرا اس وقت ہے اُس سے آگے نہیں بڑھے گا۔ تو یہ ہے ماضیتیں کا تذکرہ۔“

بچے کو وصیت کی یعنی امام حسن علیہ السلام کو صغیر سے واپسی پر وصیت نامہ لکھا، اس میں ارشاد فرماتے ہیں۔

”بیٹا! اپنے دل کی زندگی چاہتے ہو تو ہمیشہ اس دل کو نصیحت کرتے رہو اور زندگی باتیں سنا کر وہ اسے گوشہ نشین رکھو۔ اس کو کسی ایک مقام پر رکھو نہ رہنے دو۔ دل کو نور حکمت دو اور اس کو یقین سے قوت عطا کرو، دیکھا آپ نے! دل کی قوت یقین ہے۔ روح کی صحت یقین ہے۔ علم کا کمال یقین ہے۔ غیب کو شہود میں بدلنا یقین ہی سے ممکن ہے اور یہ اس طرح سے نہیں آتا کہ انسان فلسفیانہ افکار میں اپنے آپ کو مبتلا کر کے یقین کو ڈھونڈے نہیں۔ یہ یقین آتا ہے کہ اپنے رب کی اتنی عبادت کر کہ یقین آجائے، اگر تھوڑی سی توجہ اور دی جائے اس بیان پر توارشاد ہوا:

”علم و معرفت الہی کا مدار کچھ مسائل پر ہے۔ عارفوں کی باتیں عارفوں کی زندگی میں اصولوں پر قائم ہے۔ یا خوف پر یا امید پر یا محبت پر۔“

عارفوں کی باتوں کی بنیادیں تین امور پر ہیں: یا خوف ہے یا امید ہے یا محبت ہے۔

پھر ارشاد فرمایا، ”خوف نہیں پیدا ہوتا جب تک کہ علم نہ ہو۔ اس لیے قرآن نے کہہ دیا۔“ اَللّٰہُ سَمِیْعٌ دَرِیْسٌ ”وہی ہے جو صاحبانِ علم میں خوف ضروری ہے انسان کے دل میں،“ اللہ کے لیے یہ خوف ہو۔ اور خوف پیدا نہیں ہوتا جب تک کہ علم نہ ہو۔

اور اس کے بعد ارشاد ہوا۔ ”امید نبی کیسے ہے؟“ گر یقین نہ ہو تو کوئی اُمید نہ باندھے جس کی ذات میں یقین ہوتا ہے اسی سے اُمیدیں بھی

کیا۔ خون کچھ اور ہے، ہول کچھ اور ہے۔ محبت کی منزل پر خوف ہے اور جہاں انسان اپنی جان کی حفاظت کے لیے دن رات پریشان ہو، وہ ہول ہے خون نہیں۔ ہول سے تماری ہے اس کا لازمی نتیجہ تردد ہے۔ آگے بڑھوں، نہ بڑھوں۔ پیچھے ہٹوں کہاں جاؤں؟ جہاں شک پیدا ہوا، تردد پیدا ہوا۔ جہاں تردد آیا نتیجہ یہ کہ حق کی راہ میں آگے بڑھنا ممکن نہیں بجز فرار کے، جہاں فرار پاؤ تو سمجھو کہ یقین مٹ گیا۔ جہاں حق سے فرار ہے سمجھو کہ یقین نہیں ہے۔

آپ نے جب ان منازل کو طے کیا تو یقیناً آپ کو علم ہو چکا ہو گا کہ انبیاء کو اللہ نے یقین کی دولت عطا کی اور اس منزل پر جو قابل ذکر دولت ہے جس کو قرآن مجید نے بہت ہی خاص انداز میں بیان کیا ہے:

”وہم نے ابراہیم کو زمین و آسمان کا ہولہ hold بتلایا، کنٹرول بتلادیا، ارتباط بتلادیا، کائنات کا تعلق باہمی بتلایا اور یہ بتلایا کہ اس کا ارتباط و اقتدار کس کے ہاتھ میں ہے۔ فقط اس لیے کہ ابراہیم کے دل میں یقین پیدا ہو۔ نبی اول العزم شیخ الانبیاء، صاحب شریعت، خلعت و ورع، نبوت و رسالت و امامت کی منزل پر فائز ہوا، جن کے لیے خطاب ان کے لیے ارشاد ہوا:

”ہم نے ابراہیم کو آسمان و زمین کے ملکوت دکھادیئے تاکہ وہ یقین کی منزل پر آجائے یہاں یقین موت نہیں ہے۔ بلکہ قلب ابراہیم میں وہ محبت و رحمت پیدا ہو جائے کہ اندازہ ہو سب کا مالک تو وہی ہے۔ اب اگر غرور یہ کہے کہ بہت بڑا مکان بناؤ، چہار دیواری بناؤ۔ اس میں آگ بھردو، اس کو آگ میں ڈال دو۔ تو یقین ابراہیم منزل لڑ نہیں ہوتا جس کو یقین ہوتا ہے وہی آگ میں جا کر محفوظ رہ سکتا ہے۔

غرور نے حکم دیا۔ اس کو آگ میں ڈال دو۔ اور پھر یہاں یقین کا یہ عالم کہ جہاں یہ کہا گیا کہ حقیقت میں یقین جاتی قلیل

والبتہ ہوتی ہیں، جس کی ذات پر یقین نہیں ہوتا اس سے اُمیدیں وابستہ نہیں ہوتیں۔ اس لیے کہ لازمہ اُمید کا طلب اور طلب کسی ایسے سے نہ ہو کہ جو خالی ہاتھ لوٹا دے اس مقام پر شائبہ لکھنوی مرحوم نے کہا تھا۔

فے صدائے دل مگر نقش قدم کو دیکھ کر

ایسے بھی درہیں کبھی جن پر کوئی سائل نہ تھا

تو اُمید وہی ہے کہ جہاں انسان اپنی طلب کے لیے آگے بڑھے اور طلب اسی وقت ممکن ہے کہ جہاں انسان کو یقین آجائے کہ جس سے مانگ رہا ہوں اس میں صلاحیت بھی ہے۔

اس لیے فرمایا کہ ”اپنے رب کی عبادت کر، رب سے بڑھ کر کون ہے؟ یہاں تک کہ تجھے یقین آجائے، تاکہ رجا موجود حقیقی سے ہو۔ طلب اُسی کی بارگاہ ہے۔“ سو آپ نے دیکھا، یہ خوف ہے، یہ رجا ہے کہ جہاں انسان اپنے آپ کو عارفین میں شامل کرتا ہے۔

تیسری منزل، خوف فرع علم ہے، رجا، فرع یقین ہے، محبت فرع معرفت ہے۔ معرفت نہیں تو محبت نہیں۔ یقین نہیں تو اُمید نہیں، علم نہیں تو خوف خدا نہیں۔

تو یہ منزل ہے یقین کی کہ جہاں انسان اپنے آپ کو ایک ایسی راہ پر پاتا ہے کہ جہاں اگر یہ یقین مٹ جائے تو پھر سامنا ہے شک کا اور شک کی حالت یہ ہے کہ اس میں تماری ہے، تردد ہے، ہول ہے، فرار ہے۔ یہ چار باتیں۔

تماری، یعنی بیکار بے موقع، بے محل گفت و شنید۔ شک اگر ہے تو بات یہی باتیں ہیں۔ دوسرے، اگر شک ہے تو ہر آن ہول ہے۔

دیکھیے! وہاں لفظ خوف، استعمال کیا، یہاں لفظ ہول استعمال

پروردگار ! تیری طرف آرہا ہوں۔

اب ایک بیٹا آتا ہے۔ آپ فرماتے ہیں یقین کا عالم ہے یقین کی دو باتیں ہیں، ابراہیم ضعیف ہیں، اور اولاد نہیں ہے، ابراہیم کی بیوی ضعیف ہیں اور اولاد نہیں ہے، مگر جانتے ہیں یقین اُس پر ہے پروردگار ! مجھے ایک بیٹا عطا کر۔ ابراہیم ! اللہ کی طرف جانے میں اور بیٹے کے لیے دعا میں کیا ربط ہے؟ میں جارہا ہوں اپنے رب کی طرف۔ مجھے بیٹا تو عطا کر تا کہ میرے یقین کا اور بھی امتحان ہو جاوے۔ اس مثل پر رکتا ہوں۔ امیر المومنین یقین کی تعریف فرماتے ہیں۔
 ”اسلام تسلیم ہے تسلیم یقین ہے۔ یقین نام ہے تصدیق کا، تصدیق اعتراف ہے اعتراف فرض کی بجا آوری ہے اور فرض کی بجا آوری عمل کو کہتے ہیں۔“

تو اسلام نہیں ہے کہ مگر تسلیم، تسلیم نہیں ہے مگر یقین۔ اور جہاں یقین آیا۔ تصدیق کی۔ جہاں یقین نہیں آیا تصدیق نہیں کی گئی۔

اس لیے کہا گیا ہے کہ عقل کو جو بہترین دولت دی گئی ہے وہ یقین کی دولت ہے۔ یعنی اس کا کام یہ ہے کہ وہ یقین کے ساتھ یہ پہچانے کہ اللہ پر کون بول رہا ہے رب نے حکم دیا، اے آگ ٹھنڈی ہو جا۔ سلامت رکھ ابراہیم کو اُس کی تصدیق کرے اور اللہ پر جھوٹ کون بول رہا ہے اور تکذیب کرے۔ تصدیق و اب میں جارہا ہوں اپنے رب کی طرف، اب وہی میری ہدایت کرے گا تکذیب عقل کا کام ہے اور یہی اسی وقت ممکن ہے جبکہ یقین ہو۔

ابراہیم ! تمہارا رب کہاں نہیں ہے؟ یہ تین منزلیں ہیں آپ کی معرفت طلب نگاہوں اور دلوں کے لیے یہ مزید روشنی جیتا کرتے ہیں: اِنِّیْ ذَاھِبٌ مِّنْ رَّبِّکِیْ۔ میں جارہا ہوں رب کی طرف۔ لیکن جہاں ہوں وہیں ہوں۔ مگر سفر کمال انسانیت کی منازل طے کر رہا ہوں۔ خیر کمال بشر آگے بڑھ رہا ہوں، اور وہیں ہوں مجھے حرکت کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ قدم اٹھا کر رکھنا نہیں ہے۔ بیٹھو اور سفر کرو اپنی جگہ پر رہو اور ترقی کرو۔

اس لیے ارشاد فرمایا جناب امیر المومنین علیہ السلام نے:

آتش نشین ہے کہ وہ روح خلیل ہے آگ میں بیٹھنے والا ہے۔ اُسے معلوم ہے کہ میرے ملکوتِ سماوات والارض کو دیکھا ہے۔

آگ اُس نے جلائی ہے کنڈول اُس کا ہے ہولہ اس کا ہے آواز اُس سے آتی ہے۔ تو یقین مثل خلیل آتش نشین ہے۔ اور یقین مثل خلیل آتش نشین یقین اللہ مستی، خود گزینی، ایک کیفیت ہے، ایک مستی ہے، ایک سرور ہے یقین جس کا اندازہ وہی کر سکتا ہے جس کو اللہ نے یہ دولت دی ہے۔

”سن اے تہذیب حاضر کے گرفتار! فلاں سے ہے بدتر ہے یقینی ظاہر ہے کہ وہ کون سلمان ہے جس نے صبح سے شام تک ایک آدمی کسی سے یہ نہ سنا ہو اور جس کو یہ آواز نہ پہنچائی جاتی ہو اقبال کے کلمے“
 ”یقین محکم، عمل پیہم، محبت فایح عالم،“

یقین محکم نہ ہو تو عمل کس کام کا، اسی منزل یقین پر جب ابراہیم کو وہ جہاں یقین نہیں آیا تصدیق نہیں کی گئی۔ عطا ہوا کہ آگ کی طرف چلے اور ملکوتِ سماوات والارض کو دیکھ کر اس کا یقین کر لیا کہا جبریل ہٹ جاؤ، میرا خالق تم سے بہتر جانتا ہے کہ وہ کب میری مدد کرے۔ رب نے حکم دیا، اے آگ ٹھنڈی ہو جا۔ سلامت رکھ ابراہیم کو اُس کی تصدیق کرے اور اللہ پر جھوٹ کون بول رہا ہے اور تکذیب کرے۔ تصدیق و اب میں جارہا ہوں اپنے رب کی طرف، اب وہی میری ہدایت کرے گا تکذیب عقل کا کام ہے اور یہی اسی وقت ممکن ہے جبکہ یقین ہو۔

ابراہیم ! تمہارا رب کہاں نہیں ہے؟ یہ تین منزلیں ہیں آپ کی معرفت طلب نگاہوں اور دلوں کے لیے یہ مزید روشنی جیتا کرتے ہیں: اِنِّیْ ذَاھِبٌ مِّنْ رَّبِّکِیْ۔ میں جارہا ہوں رب کی طرف۔ لیکن جہاں ہوں وہیں ہوں۔ مگر سفر کمال انسانیت کی منازل طے کر رہا ہوں۔ خیر کمال بشر آگے بڑھ رہا ہوں، اور وہیں ہوں مجھے حرکت کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ قدم اٹھا کر رکھنا نہیں ہے۔ بیٹھو اور سفر کرو اپنی جگہ پر رہو اور ترقی کرو۔

کر سکتا۔ ذبح کی منزل پر آئے۔ یہ وہ منزل تھی جب دونوں نے تسلیم کیا۔

”التسليم هو اليقين“

(ارشاد الہی ہوا۔)

”ہم نے آواز دی۔ ابراہیم نے خواب کو سچا کر دکھایا۔ ہم نیکی کرنے والوں کو یہی صلہ دیتے ہیں۔ یہ کھلا امتحان ہے، ہم نے اسے ذبح عظیم سے بدل دیا ہے اور ہم نے چھوڑ دیا اسے آخر زمانے کے لیے۔ سلام ہو ہمارا ابراہیم پر۔“

یہ یقین کی منزل ہے جہاں باپ خواب میں حکم پائے اور بیٹے کو ذبح کرنے پر آمادہ ہو جائے۔ بیٹا انکار نہ کرے اور کہے، ”ہاں آپ عمل کیجیے اس گھرانے سے اگر حق تعالیٰ اس یقین کی دولت کو آگے لیکر بڑھتے ہیں اور اگر اپنے چوٹے لڑکے سے یہ کہتے ہیں کہ میں تجھ سے ہوں تو مجھے اس لیے حیرانی نہیں کہ قرآن نے پہلے ہی کہہ دیا تھا۔ ابراہیم سے قرب رکھنے والا وہ ہے جو ابراہیم پر ایمان لائے۔“

یہ نئی پانچ ہزار برس کے بعد آتے ہیں اور ابراہیم کی منیت میں جاتے ہیں انسانوں میں سب سے زیادہ قرب ابراہیم سے وہ ہے جو ان پر ایمان لائے۔ یا یہ نبی۔ اور یہ نبی کہنا ہے ”و تو مجھ سے ہے اور میں تجھ سے ہوں۔“

دیکھا آپ نے یہ یقین نسلاً بعد نسل آیا اس گھرانے میں آیا۔ اب کیا ڈھونڈتے کہ ایمان کہاں تھا، کہاں نہ تھا، اسلام کہاں تھا، کہاں نہ تھا۔ یہ گھرانہ یقین کا گھرانہ، صدق و عدالت کا گھرانہ، اور اس گھرانے کے

کیفیت ہی یہ ہے کہ جہاں بے یقینوں کو یقین عطا ہو۔

اسی منزل پر میقرار ہو کر اقبال نے ایک عجیب فیصلہ کیا:۔

”اُنکے بخشدہ یقینان را یقین : اُنکے لرزدان سجود اوزیں“

وہ انسان جو بے یقینوں کو یقین عطا کرتا ہے۔ یہ وہ انسان ہے جس کے سجدہ

سے زمین کا پتہ ہے۔

”عمل القلیل بالیقین خیر من کثیر العمل بلا یقین“

(یقین کے ساتھ عمل قلیل کا انجام دینا اس کثیر عمل سے کہیں

بہتر ہے جو بے یقینی کے عالم میں کیا جائے۔)

و عبادت کرنے کا شوق اگر شک کے ساتھ ہے بے یقینی

کے ساتھ ہے تو اس سے یقین کے عالم میں سوچنا

بہتر ہے۔

بے یقینی کی عبادت نہ تو اللہ کو پسند ہے نہ فرشتے اس عبادت کو قبول کر کے لے جاتے ہیں اور نہ انبیاء کو یہ عبادت پسند ہے ان کی امتوں کی کہ بے یقینی میں عبادت کی گئی۔

تسلیم یقین ہے تو مجھے ایک بیٹا عطا کر۔

بیٹا عطا ہوا اور جب یہ بچہ اپنے باپ کے ساتھ چلتے پھرنے کے قابل ہو گیا تو اس سے کہا: ”بیٹے ہمیں دیکھ رہا ہوں خواب میں کہ میں تم کو ذبح کر رہا ہوں، تمھاری کیا رائے؟“

باپ نے خواب کا ذکر کیا بیٹے سے رائے پوچھی۔ باپ ہو تو ایسا ہو، اور بیٹا ہو تو ایسا ہو۔ یہ ابراہیم کے گھرانے کی دولت یقین کہ جہاں بیٹے نے بے اختیار (فورا) بابا! بجالائیے، جو حکم آپ کو ملا ہے۔

بیٹے نے یہ نہیں کہا کہ آپ نے خواب دیکھا ہے۔ بیٹا خواب کو حکم الہی سمجھ رہا ہے۔ کہتا ہے کہ ”انشاء اللہ آپ مجھے صبر کرنے والوں میں سے پائیں گے۔ آپ حکم تو بجا لائیں۔“

باپ کے یقین کا یہ عالم کہ خواب کو حکم الہی جانے۔ اور بیٹا جس نے خواب نہیں دیکھا، باپ کی زبان سے سن رہا ہے، باپ پر اتنا یقین کہ میرا باپ غلطی نہیں

”لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ“ کی توار کے سائے میں جس کا خون ہے تو اس کے خون کی بوند سے آواز آئے لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ۔ وہ حسین ہے جو بے یقینوں کو یقین بخشتا ہے۔“

۲۸ رجب کو مدینے سے نکلے، ۲۷ کا دن گزرنے کے بعد روضہ رسول پر آئے، بڑے یقین سے آئے اور ایک مرتبہ روضہ رسول کو ہاتھ میں تھاما اور آسمان کی طرف سر اٹھا کر کہا:

”پروردگارا! یہ تیرے نبی محمد کی قبر ہے میں تیرے نبی کی بیٹی کا بیٹا ہوں۔ اب دیکھیے یقین کا عالم الہی! وہ وقت آگیا ہے جس کا تجھ کو علم ہے۔“

یہ یقین ہی کی منزل ہے۔ ابن عباس نے حسین سے پوچھا: مولا! کہاں جائیں گے؟ کہا، عراق جاؤں گا۔

کہا مولا! دشمن بہت ہیں بچے ساتھ ہیں۔

فرمایا، ابن عباس! حکم الہی یہی ہے۔

عرض کیا، بہنوں کو تو چھوڑتے جائے۔

ناگاہ کسی بی بی کا ہاتھ پردہ محل پر پڑا اور آواز آئی۔ ”ابن عباس!

کیا تم بہن کو بھائی سے جدا کرنا چاہتے ہو؟

ابن عباس نے مناسب نہیں جانا۔

آپ نے تسلی دی۔ ”ابن عباس! میرے نانا کا حکم ہے۔“

اسماعیل اپنے پدر گرامی کا حکم لے رہے ہیں۔

حسین ابن علی کہتے ہیں نانا کا حکم ہے۔ اللہ نے بھی یہی چاہا

ہے کہ تم اس کی راہ میں قتل ہو جاؤ
”یقین کی منزل ہے“

منزلوں پر منزلیں طے کرتے ہوئے تیسری شعبان کو مکہ معظمہ سے چلا، منزل صعلیہ پر پہنچے۔ بیٹے نے آکر سلام کیا۔ اور عرض کیا: بابا! میں نے خواب دیکھا ہے کہ آپ کا بایاں ہاتھ کٹ گیا ہے، اور دایاں ہاتھ بھی کٹ گیا ہے، آپ کی کمر ٹوٹ گئی ہے۔

کہا، سچ ہے۔ وہ قائم ہیں جو قتل کیے جائیں گے، وہ عباس ہیں جو مارے جائیں گے، میرے اعزاز قتل کیے جائیں گے۔ میں کربلا کی طرف جا رہا ہوں۔

آہستہ سے کہا، بابا! وہ آپ کا سیدھا ہاتھ کون ہے؟

حسین ابن علی تیزی سے کھڑے ہوئے علی اکبر کا ہاتھ تھام کر، اور میدان کی طرف چلے اور کہا۔ ”علی اکبر! تمہاری ماں سن رہی ہیں، بیٹا آہستہ لولو۔ وہ سیدھا ہاتھ تم ہو میرے لال۔“

یقین کی منزل

تو علی اکبر نے رجستہ کہا، بابا کیا ہم حق پر نہیں ہیں؟

ہم حق پر ہیں بیٹا۔!

”عرض کیا، جب ہم حق پر ہیں تو ہم کو موت پر ڈر کیا ہے۔“

وہ جس کو یقین کی منزل حاصل ہے، موت سے نہیں ڈرتا اس کو تیر و سنان و خنجر و شمشیر نہیں ڈرا سکتے، اس کو شکروں کا ہجوم خائف نہیں کرتا۔ اس طرح سے میدان کربلا میں آئے جو چھٹی سے لشکر پر شکر آنے لگے حسین کے خیمے دریائے ہٹائے گئے، ساتویں سے پانی بند ہوا، آٹھویں اور نویں کو حسین

شکروں کی کثرت کی وجہ سے گھرتے چلتے گئے۔ نوس محرم کو حسین ابن علیؑ
محصور ہو چکے تھے۔

اللہ! دسویں کا دن آیا قیامت کا دن تھا۔ ایک کے یقین نے
۴۰ کے دلوں میں یقین پیدا کر دیا۔ اب سب یقین کے عالم میں آگے بڑھے۔
بھانجے گئے، بھتیجے گئے، اعزاء گئے، احباب گئے، اٹھارہ برس کا لال گیا،
تیس برس کا بھائی کیا، اور اب میرے امام اپنے وہ گئے۔ میرے پاؤں تک
زخم تھے خیمہ میں آئے سب کو خدا حافظ کہا۔ عابد ہمارے کا ہاتھ تھا۔ سترہ حمد کی
تلاوت کی۔ ہمارے آنکھیں کھولیں تو دیکھا بابا زخمی ہیں۔ پوچھا بابا کیا بچا ہے
گئے؟ کہا۔ بیٹا! سب مارے گئے۔

ہمارے کہا 'بابا' مجھے اجازت دیجیے۔

"کہا نہیں بیٹا، نسل محمد کو باقی رہنا ہے۔ خدا حافظ کہہ کر چلے جاتے
جاتے ہیں سے صرف اتنا کہنا کہ عابد ہمارے کا خیال رکھنا۔ اور عابد ہمارے سب کا خیال
رکھیں گے، مگر زینب بد دعا نہ کرنا۔ یہ کہہ کر ایک مرتبہ خیمے کے قریب آئے گھوڑے
کو آواز دی۔ کوئی ہے میری سواری کا لانے والا۔ گھوڑا چل کر آیا۔ بہن نے آگے
بڑھ کر رکاب کو اٹھا، حسین گھوڑے پر آگے بڑھے، خیمے سے آگے بڑھے مگر گھوڑے
نے چلنے سے انکار کر دیا۔

پوچھا، تو گھوڑے نے گردن کو جھکا لیا۔ دیکھا تو گھوڑے کے پاؤں
سے کیٹنے لپٹی ہیں۔ اس منزل پر بیٹی کو رخصت کیا کہا۔ کیٹنے نہ روؤ بیٹے۔ شاید کہ
میں پانی لاسکوں۔"

کیٹنے نے صرف اتنا کہا: "چچا ہاں بھی یہی کہہ کر گئے تھے۔"

حسین گئے کر بلا کے میدان میں شام ہوتی گئی، کیٹنے دروازے پر کھڑی

رہیں، بابا شاید اب آئیں گے، اب آئیں گے،

ہائے کوئی بیٹی اس طرح سے منتظر نہ ہو۔ شام ہو گئی۔ بابا نہ آئے
دوڑ کے پھوپھی کے پاس گئیں۔ پھوپھی اماں میرے بابا نہیں آئے۔

کہا "بیٹا بابا نہیں آئے تو پھوپھی جاتی ہے۔ پھوپھی میدان میں آئیں
بہن آواز دیتی چلیں، میرا بھائی کہاں ہے؟

ایک لاشہ کے قریب پہنچ کر آواز آئی۔ ادھر آؤ بہن، ادھر آؤ۔

بھائی کو خدا حافظ کہا، بھائی نے کہا جاؤ، اب خیمے میں جاؤ خیمے

سے باہر نہ آنا۔ اتنا بھتی نا شہادت حسین امتحان تھا۔ قتل حسین، اس کے بعد
ضرورت کیا رہی تھی۔ لشکر شام نے کہا: "دل تو ہمارا سیر ہو چکا، خیمے تو چل چکے،
بچے طلبہ کھا چکے، بی بیوں لٹ چکیں، اب اتنی اجازت اور دیں کہ قوم عرب جس
کو ذلیل کرتے ہیں اس کی لاش کو گھوڑوں سے روندتے ہیں، پامال کرتے ہیں۔

اجازت مل چکی، خیمہ کا قبیلہ سامنے آیا تلواریں پھینچ لیں کہا ہمارا
سرطان میرے قوم تھا، بڑی ذلت کی بات ہے اگر اس کا لاشہ پامال ہو۔ ہم اس کی اجازت
نہ دیں گے، کہا اچھا لے جاؤ، ایک ایک قبیلہ آتا تھا۔ ایک ایک کی لاش کو اٹھا
کر لے جاتا تھا۔ ساری لاشیں اٹھ گئیں، مگر کون تھا، وارث اس لاشہ کو اٹھانے
والا کر بلا کے میدان میں۔

رزق

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
وَالَّذِينَ هَاجَرُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ ثُمَّ قَتَلُوا أَوْ مَاتُوا الْبِرُّ قَتَلَهُمُ اللَّهُ رِشْقًا حَسَنًا وَإِنَّ اللَّهَ لَهُوَ خَيْرُ الرَّازِقِينَ (سورہ حج آیت ۵۸)
سورہ حج میں ارشاد باری ہے کہ اور وہ جنہوں نے اللہ کی راہ میں ہجرت کی پھر قتل کر دیے گئے۔ اَوْ مَاتُوا، یا مر گئے، ثُمَّ قَتَلُوا اَوْ مَاتُوا، ان کے لیے وہ ہے کہ خدا ان کو رزق حسن عطا کرتا ہے۔ اور پھر اس شان سے وَرَّثَ اللَّهُ لَهُوَ خَيْرُ الرَّازِقِينَ، ذات واجب تو بہترین رزق دینے والی ذات ہے۔ مسئلہ چونکہ ہماری آپ کی اور مخلوقات عالم کی زندگی سے وابستہ ہے اس لیے انفاق کے قابل ہے مسئلہ رزق، ذات واجب نے اپنے آپ کو خَيْرُ الرَّازِقِينَ کہا ہے، اور پھر ارشاد فرمایا، میں رزق متین ہوں۔ دیتا ہوں سب کو اور پھر سب بگڑتے ہیں۔

سورہ ہود میں ارشاد ہوا مَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْأَرْضِ إِلَّا عَلَى اللَّهِ رِزْقُهَا۔ (سورہ ہود آیت ۶) زمین پر کوئی چلنے والا ایسا نہیں ہے، مگر اس کے رزق کی ضمانت ہم نے لی ہے۔ اور سورہ عنکبوت میں ارشاد ہوا۔ كَآيِنَ مِّنْ دَآبَّةٍ لَا

تَحْمِلُ رِزْقَهَا ۖ اللَّهُ يَرْزُقُهَا (سورہ عنکبوت آیت ۶۰)

کتے ہیں زمین پر حرکت کرنے والے کہ جو اپنا رزق اپنے کانڈھوں پر لیے ہوئے نہیں پھرتے، بلکہ ہم ان کو رزق عطا کرتے ہیں وہ اپنے کانڈھے پر اپنا رزق لیے ہوئے نہیں پھرتے۔

تو ایسی صورت میں اعطائے رزق جس کی ذمہ داری ذات واجب نے لی ہے کبھی کبھی جب دعوتِ فکر دے تو آپ کو یہ غور کرنا پڑتا ہے کہ پوری نوعِ انسانی نفسِ واحد ہے، روئے زمین پر کہیں انسان رہے مَا خَلَقَكُمْ وَلَا يَبْعَثُكُمْ إِلَّا كَنَفْسٍ وَاحِدَةٍ ط (سورہ لقمان آیت ۲۸)

”تمہاری خلقت اور تمہاری بعثت، تمہارا پیدا کیا جانا، تمہارا اٹھایا جانا نفسِ واحد کی طرح سے ہے“

تو جب تم کو پیدا کیا اور زمین میں جبکہ دی، زمین میں تمہارے رزق کا انتظام کر دیا۔ اب ساری زمین پر جتنے بھی بندے جی رہے ہیں، جتنی بھی مخلوق پل رہی ہے۔ زمین میں اتنی صلاحیت ہے، زمین میں اتنی استعداد ہے، اتنی قابلیت ہے کہ ان سب جینے والوں کے لیے وہ سامانِ رزق فراہم کرے، زمین کو اس قابل بنایا، لیکن اگر زمین پر عارضی نظم و نسق رکھنے والے اور زمین پر انسانی حکومت کے مختلف مظاہر اپنے آپ کو تجارت کے انداز میں اور قیمتوں کے اتارنے اور چڑھنے کی صورت میں غور و فکر کرتے ہوئے کسی جگہ غلہ کی منہ اوانی کو دیکھ کر لاکھوں ڈالروں اس لیے خرچ کریں کہ فاضل غلہ جلا دیا جائے، یا فاضل غذا بیکار کر دی جائے، تو میں اللہ پر تو کوئی الزام نہیں آتا۔ آپ اپنے ہاتھوں رزق تباه کر رہے ہیں۔ آپ مجھ سے زیادہ واقف ہیں کہ کتنے کروڑ ڈالروں خرچ کیے جا رہے ہیں کہ غلے کو تباه کرو، فاضل رزق کو تباه کرو، اس لیے کہ کہیں بازار بگڑ نہ جائے۔ کہیں قیمت پر اثر نہ آئے۔

اس طرح سے بندے اپنے ہاتھوں سے عطا کیا ہوا رزق برباد کریں، تو یہ اُس کی رزاقیت پر تو الزام نہیں لگا سکتے۔ یہ تو نہیں کہہ سکے کہ اگر وہ رزاق ہے تو بندے بھوکے کیوں مرتے ہیں۔ کس کی وجہ سے بندے بھوکے مرتے ہیں؟ تمہارے نظم و نسق کی وجہ سے ذات واجب پر ان واحد کے لیے بھی شائبہ الزام نہیں آسکتا کہ اُس نے اپنے بندوں کو کہیں رزق سے محروم رکھا یا بھوکا رکھا، صرف یہی نہیں کہ اس نے صرف معدہ کے لیے رزق بنایا۔ اس نے جس چیز کو خلق کیا اس کے لیے رزق بنایا، دماغ بنایا تو دماغ کے لیے رزق الگ ہے، آنکھیں دیں تو آنکھوں کے لیے رزق الگ ہے، کان بنائے تو کانوں کے لیے رزق الگ ہے، ناک بنائی تو ناک کے لیے رزق الگ ہے۔ بس پیدا کیا تو قوتِ لامسہ کا رزق الگ ہے۔ آگے بڑھ کے عقل دی، تو رزق عقل کچھ اور ہے۔

ملاحظہ فرمایا! وہ رزاقِ متین ہے۔ وہ جس چیز کو پیدا کرتا ہے اس چیز کو نفسِ رزق کے نہیں رکھتا۔ اچھا منظر آنکھوں کے لیے رزق ہے، اچھی آواز کانوں کے لیے رزق ہے، اچھا ذائقہ زبان کے لیے رزق ہے، حکمت کی باتیں عقل کے لیے رزق ہیں۔ اور اس طرح سے ذات واجب نے کسی کو بغیر رزق نہیں رکھا۔

وَحَنِيفٌ رِّزْقَيْنِ ہے بہترین رزق دینے والے اور پھر رحمن ہے، مومن کو بھی رزق دیتا ہے، فرعون کو بھی رزق دیتا ہے، رحمن ہے ابراہیمؑ کو بھی رزق دیتا ہے، نمرود کو بھی رزق دیتا ہے۔ یہ نہیں کہ اپنے بندے کو رزق دے اور جو اس سے سرتابی کرے اس کا رزق بند کر دے، یہ رحمانیت کا تقاضا نہیں ہے۔ اس نے طے کر لیا کہ جب تک جیو گے، رزق میں دوں گا۔ اس لیے رزق کی شکایت نہ کرنا سب سے بڑی انسان کی ناشکری یہ ہے کہ وہ ذات واجب پر یہ الزام لگائے کہ وہ رزاق ہوتے ہوئے اپنے بندوں کو بھوکا دیکھتا ہے۔ بندے اگر بھوکے رہتے ہیں تو یہ

سب برابر ہیں نا، تو ایسی منزل پر ایک اور مسئلہ کو قرآن نے حل کر دیا۔ ہم بہت سے لوگوں کے رزق میں اضافہ کر دیتے ہیں، مگر جب ان کے پاس اضافے سے رزق پہنچا جائے کہ جو ان کے دست و گریبوں، وہ ان تک تو رزق پہنچا دیں، اس لیے کہ واسطہ بنایا ہے ہم نے ان کو ذریعہ بنایا ہے کہ ہمارے فیض کے لیے ایک ذریعہ بن کر رہیں ہمارے کرم کے لیے ایک راستہ بن کر رہیں۔

یہ مدارج رزق ہیں۔ اس کے بعد ارشاد ہوا، بڑی وضاحت کے ساتھ، دیکھو! ایک مثال ہے اس مثال کو نہ بھولو: "ضَرَبَ اللَّهُ مَثَلًا عَبْدًا مَمْلُوكًا لَا يَقْدِرُ عَلَى شَيْءٍ وَمَنْ رَزَقْنَاهُ مِنْهُ رِزْقًا حَسَنًا فَهُوَ يُنْفِقُ مِنْهُ سِرًّا وَجَهْرًا هَلْ يَسْتَكُونُ • (سورہ نحل آیت ۷۵)

اللہ ایک غلام کی مثال بیان کرتا ہے، وہ کسی بات پر قادر ہی نہیں ہے۔ دوسرا وہ شخص ہے جس کو ہم نے اپنے پاس سے رزق حسن دیا ہے، تو اس کا عالم یہ ہے کہ وہ کبھی چھپا کر دیتا ہے کبھی اعلانیہ دیتا ہے، کیا وہ دونوں برابر ہو سکتے ہیں۔ جس کو ہم نے رزق حسن دیا ہے وہ کبھی رات کی تاریکی میں دیتا ہے کبھی دن کی روشنی میں دیتا ہے؛ وہ کبھی رزق حسن کو روکتا نہیں۔ جو مملوک ہے اور غلام ہے، وہ رزق کو روک رکھتا ہے۔ آزاد اور غلام کی مثال آپ نے سنی۔ آزاد وہ کہ دے تو تقسیم کرے، غلام وہ کہ دے تو روک رکھے۔

اس منزل پر عنوان کی آیت پر پھر واپس جائیں: "وَالَّذِينَ هَاجَرُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ ثُمَّ قَتِلُوا أَوْ مَاتُوا الْيَزُوقْنَهُمُ اللَّهُ رِزْقًا حَسَنًا • (سورہ حج آیت ۵۸)

جنہوں نے اللہ کی راہ میں ہجرت کی پھر وہ قتل کر دیے جائیں یا مرجائیں تو وہ

ہمارا اپنا بنایا ہوا نظم و نسق کا ایک راستہ ہے کہ جہاں جا کر بہت سے انسان صحیح معنی میں وہ رزق نہیں پاتے جو ان کو پہنچنا چاہیے۔ دینے والا تو سب کو دے رہا ہے۔ اس منزل پر آگے بڑھ کر ارشاد فرمایا: "فَضَّلَ بَعْضُكُمْ عَلَى بَعْضٍ فِي الرِّزْقِ" (سورہ نحل آیت ۷۱)

بعض کو بعض پر رزق میں فضیلت دی یہ بھی سمجھنا کہ سب کے لیے طے کر دیا ہے کہ سب کو ایک ہی طرح سے رزق دیں گے۔ نہیں۔ "فَضَّلَ بَعْضُكُمْ عَلَى بَعْضٍ فِي الرِّزْقِ" بعض کو بعض پر رزق میں فضیلت دے دیا ہے۔

دیکھو! اب اس شبہ کو بھی نکال دیجیے کہ وہ کسی کو زیادہ رزق دیتا ہے کسی کو کم رزق دیتا ہے۔ کیوں طرف کو دیکھتا ہے۔ صلاحیت کو دیکھتا ہے اور پھر رزق عطا کرتا ہے۔ ارشاد فرمایا: ہم نے کسی کو زیادہ رزق دیا کسی کو کم رزق دیا۔ مگر حکم یہ ہے۔ "فَمَا الَّذِينَ فُضِّلُوا بِرَأْسِ الرِّزْقِ عَلَيْهِمْ عَلَى مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ • (سورہ نحل آیت ۷۱)

جن کو زیادہ رزق دیا گیا ہے، وہ دوسروں پر اس رزق کو تقسیم کیوں نہیں کرتے، اُن لوگوں پر جو ان کے دست و گریب ہیں۔

انکار نہیں فرمایا، یہ نہیں کہا کہ ہم نے رزق نہیں دیا، یہ نہیں کہا، بلکہ یہ کہا، ہم نے سب کو برابر دیا۔ درجات ہیں جیسے عقل کے درجات ہیں، فکر کے درجات ہیں، انسانیت کے درجات ہیں، اسی طرح اعطائے رزق کے درجات ہیں۔ اعطائے رزق کی وجہ سے ذات واجب پر کوئی تہمت نہیں لگائی جاسکتی جس کو جس قابل پاتلے اتنا رزق دیتا ہے۔

ہم نے تم کو رزق دیا، تم نے فضیلت پائی، مگر رزق کے استعمال میں تو

یہ ہے کہ خدا ان کو رزق حسن دیتا ہے۔ تو وہ غلام نہیں ہیں، وہ ملوک نہیں ہیں، وہ فکر آزاد رکھتے ہیں، ان کی موت ان کے لیے تقسیم رزق میں مانع نہیں ہے۔ خدا ان کو رزق حسن دیتا ہے، اگر وہ قتل ہو جائیں یا مرجائیں۔ دیکھیے رزق کا تصور تو جینے کے ساتھ ہے نازنگی کے ساتھ ہے یہاں ارشاد ہوتا ہے مرنے کے بعد رزق دیتے ہیں مرنے کے بعد بھی رزق حسن دے گا ہے یہ تو وہ غلام نہیں ہیں، وہ ملوک نہیں ہیں جب مرنے کے بعد رزق دیتے ہیں تو وہ اور رزق تقسیم کر دے گا۔

بڑی اہم فکر پیش کر رہا ہوں، جس کو ہم دیکھتے ہیں کہ وہ راہ خدا کی ہر طرف کے لیے توکان سے کان کی طرف ہجرت نہیں بلکہ عادات قبیحہ کو چھوڑ کر خصال حسن کی طرف آ رہا ہے، ظلمات کو چھوڑ کر نور کی طرف آ رہا ہے، بدی کو چھوڑ کر نیکی کی طرف آ رہا ہے، اگرچہ اپنے مقام پر بیجا ہی ہو مگر مہاجر ہے اس لیے کہ حرکت مسلسل ہے، مسلسل ہے عیقلانہ، غفلت سے ہٹ رہا ہے، نور کی طرف آ رہا ہے، باطل سے ہٹ رہا ہے، حق کی طرف آ رہا ہے، غیر حق سے ہٹ رہا ہے، حق کی طرف جا رہا ہے۔ ایسے موقع پر مہاجر ہے اور اس عالم میں قتل ہو جائے یا مرجائے، تو اس کے معنی یہ ہیں کہ دشمن نے مارا اور اگر مر گیا تو کسی کی محبت میں مر گیا۔

اب دیکھیے، ہم اس کو رزق حسن دیتے ہیں، یعنی اب ایسے قتل ہونے والوں کو یا ایسے مرنے والوں کو مردہ نہ سمجھنا۔ کیا دلیل دی ہے اور جس کو ہم رزق حسن دیتے ہیں، وہ رزق کو روکے نہیں رکھتا، وہ کبھی چھپا کر دیتا ہے کبھی اعلان کر کے دیتا ہے۔ تو دینے کے لیے فقط حیات دنیا کی ہی ضرورت نہیں، سانس کے چلنے کی ضرورت نہیں، جسم کے متحرک ہونے کی ضرورت نہیں، قتل ہونے کے بعد بھی رزق بانٹ سکتا ہے۔ مرنے کے بعد بھی رزق بانٹ سکتا ہے۔ اب آپ نے دیکھا اس منزل رزق پر پہنچ کر چند باتیں واضح ہو گئیں سب سے پہلے یہ کہ کائنات کے ذرے ذرے کے لیے اس کے لیے اس کا اپنا رزق ہے۔ رزق دینے والا رزاق متین ہے۔ اُس نے ہر شے کو اس کی استعداد کے مطابق رزق دیا ہے تو اسی طرح سے ہجرت کرنے والے کو بھی رزق دیتا ہے۔ تو وہ رزق پالتے والا رزق کو روکتا نہیں، وہ انصاف

۶۷ سورہ آل عمران دیکھیں
کے جارہا ہے، دیے جارہا ہے کبھی چھپا کر دے رہا ہے کبھی اعلان کر کے دے رہا ہے۔
اب اس منزل پر ایک مرتبہ واپس آکر ایک اور آیت کو دیکھیں۔ یہ آیت سورہ آل عمران کی ہے۔ آخر وہ رزق دیتا کس کو ہے، وہ رزق دیتا کس کو ہے۔

ارشاد ہوا: "وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتًا بَلْ أَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُزَوِّجُونَ • فَرِحِينَ بِمَا آتَاهُمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ وَيَسْتَبْشِرُونَ بِالَّذِينَ لَمْ يَلْحَقُوا بِهِمْ مِنْ خَلْفِهِمْ • الْأَخْوَىٰ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ • (آل عمران ۱۶۹-۱۷۰)"

اللہ کی راہ میں قتل ہو جانے والوں کو مردہ نہ کہنا، گمان بھی نہ کرنا، ترجمہ صحیح یہ ہے کہ گمان بھی نہ کرنا کہ وہ مردہ ہیں، نہیں وہ زندہ ہیں اور زندگی کی علامت یہ ہے کہ وہ اپنے رب کے پاس رزق پا رہے ہیں۔ کشتگان راہ خدا، خوش ہیں کہ خدا کے فضل سے اللہ نے ان کو یہ دیا ہے۔ یہ منزلت عطا کی ہے۔ ان کو فرحت ہے اور بشارت ہے کہ جہاد سے بعد آنے والوں کو نہ خون رہے گا، نہ حزن رہے گا۔

ملاحظہ فرمایا، یہ کون سی منزل ہے کہ راہ خدا میں قتل ہونے والا رزق پا رہا ہے، خوش اس لیے ہے کہ اللہ کا فضل یوں شامل حال ہے، بشارت و فرحت اس لیے ہے کہ بعد میں آنے والوں کو ڈر نہیں رہا۔

اب جس کو جہاد ضرورت پڑے نام لے لے شہید کا۔ اس میں کوئی قید نہیں ہے عقیدے کی۔ شہرخص یہ کہتا ہے ہم حسین کے نقش قدم پر چلیں گے، عقیدے کی قید نہیں ہے کہ اسی عقیدے کا ہو تو کہے۔ وہاں رزق بٹ رہا ہے۔ سخی کی بارگاہ ہے۔ جب تک جسم غفیری مادی میں ان کی روح کریمہ تھی اس وقت بھی تھی تھی۔ روٹیاں اٹھاٹھا کے دے دیتے تھے اور ہل اتی کو لے لیتے تھے۔

مرنے کے بعد بھی رزق رکاتا نہیں ہے۔ شہیدوں نے رزق دیا، شعور کو رزق

دیا، عقل کو رزق دیا، فکر کو رزق دیا، اور آگے بڑھ کے پھر ادب کو رزق دیا۔ سخن کو رزق دیا، فہم انسانی کو رزق دیا، تمدن کو رزق دیا، تہذیب کو رزق دیا۔ یہ شہیدوں کا رزق ہے جس میں ہم جی رہے، وہ مسلسل عطا کیے جا رہے ہیں۔ ہر منزل، ہر کتاب کرنے والے ہر استعداد رکھنے والے نے حسبِ حوصلہ شہید سے رزق لیا۔

آل عمران کی آیت آپ سن چکے، لیکن ابھی نہ کرنا کہ شکرانہ راز مرده ہیں، بلکہ وہ زندہ ہیں۔ اللہ کی نگاہ میں زندگی اور موت کا وہ مفہوم نہیں ہے جو آپ کی اور ہماری نگاہ میں ہے کہ سانس چلے تو زندہ ہیں، ہم حرکت کریں تو زندہ ہیں، قرآن کی نظر میں تو موت اور حیات کا تصور ہی اور ہے۔

سورۃ جاثیہ کی آیت ہے ”أَمْ جِئِبِ الَّذِينَ اجْتَرَحُوا السَّيِّئَاتِ أَنْ نَجْعَلَهُمْ كَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ سَوَاءٌ مَحْيَاهُمْ وَمَمَاتُهُمْ“ (سورۃ جاثیہ آیت ۲۱)

کیا بدکاری کرنے والے یہ سمجھتے ہیں کہ ہم ان کو ایمان داروں کی فہرست میں لاکھڑا کریں گے۔ ان کی حیات و موت ہمارے نزدیک یکساں ہے؟ خدا کی نظر میں ان کی حیات و موت دونوں برابر ہیں۔

تو بدکاری کی زندگی قرآن کے نزدیک موت ہے۔ سانس بیتی ہوئی یعنی جلتی پھرتی میتیں ہیں، حرکت کرتے ہوئے جنازے ہیں، مگر قرآن جس زندگی کہتا ہے، وہ زندگی وہ ہے جہاں ایمان اور عمل صالح کے بعد انسان عنہ ہجرت کرے، قلت سے نور کی طرف آئے، اب قتل ہو جائے یا مر جائے، ہم اس کو رزق حسن دیں گے، تو قتل ہو جانے والے کے لیے شہادت لازم، شہادت کی زندگی ثابت، مگر مرنے والے کے لیے؟ تو مرنے والے کے لیے کہا ”مَنْ مَاتَ

عَلَىٰ حَبِّ آلِ مُحَمَّدٍ مَاتَ شَهِيدًا“ جو آلِ محمد کی محبت پر مر جائے وہ شہید مرنے والا ہے۔

محبت نے کیا کیا؟ مہاجر بنایا، گھر نہیں چھوڑا آپ نے، مکان نہیں بدلا آپ نے، محبت نے تجدیدِ ہستی کی کیفیت پیدا کی، آپ کی زندگی کو منقلب کر دیا۔ آپ کو کہیں سے کہیں پہنچا دیا۔ پستیوں سے بلند یوں تک لے جانے والے محبت ہے۔ محبت نام ہے تجدیدِ ہستی، مومن کا جہاں یہ محبت آئے تو وہاں بھی شہاد جہاں تہہ خنجر کوئی جائے وہاں بھی شہادت۔

رزق ملتا ہے ہر طرح سے رزق ملتا ہے۔ تو اس طرح سے ہم اسی رزق کو حاصل کر رہے ہیں۔ جب شہیدوں کی یاد مانتے ہیں تو خدا گواہ ہے یہ سمجھ کر یاد نہیں مانتے کہ مر چکے۔ شہیدوں کی زندگی اعطائے رزق کے لیے لازم ہے۔ دنیا میں جن کو پھر لو رزق ملتا ہے، ہاتھوں کو اپنے روک لیتے ہیں اور دنیا کو فاقہ کشی پر مجبور کرتے ہیں، مگر اللہ کی راہ میں ہجرت کرنے والا اور شہادت پانے والا وہ رزق کو روکتا نہیں ہے۔ وہ زندہ ہے۔ ان سے رزق لو، عقل کے لیے مانگتے ہو رزق مانگو، نفس کے لیے مانگتے ہو رزق مانگو، شعور کے لیے مانگتے ہو رزق مانگو، ادب کے لیے رزق مانگتے ہو، مانگو۔ اپنے جینے کے لیے بھی رزق مانگتے ہو تو مانگو۔ اس میں بدعت کی بات نہیں حیات ثابت ہے۔ دینے والا وہ مالکِ کل، دینے والا خالقِ کل، دینے والا خیر الرازقین ہے، دینے والا رزاقِ مبین، اُس نے راستے بتا دیے اور یہ بتایا جس ہاتھ میں رزق رک جائے گا چین کر دوسرے کے ہاتھ میں دے دوں گا۔ خبردار! روکو نہیں دیتے جاؤ اس لیے کہ یہ کرم ہے کہ رزق مل رہا ہے۔

۱۳۹ھ کا محرم ہے ابھی تک رزق مل رہا ہے اور قیامت تک ملنا رہے گا۔ یوں رزق پاتے ہیں، عقل کو رزق دیا، شعور کو رزق دیا، اور مبتلا یا کہ دیکھو اگر اپنے

ہیں تاریخ یہ نہ کہہ دے کہ قاتل کا پتہ نہیں چلا، معلوم نہیں کس نے قتل کیا۔ معلوم نہیں حاجیوں کے لباس میں کون تھا، معلوم نہیں سرینے میں کون سی سازش تھی۔ اس لیے حسین چاہتے تھے کہ اب جو لڑائی ہو کھلے میدان میں لڑائی ہو، لقبیم برابر کی ہو، اپنا پرایا معلوم ہو جائے، یگانہ بیگانہ پہچانا جائے۔ آنے والا کوئی آئے تو حسین کے آئے۔

اور ایسے موقع پر محترم کی دسویں تاریخ ۶۱ھ کا پہلا مہینہ حسین بن علی نے طے کر لیا کہ آج قربانی کی منزل ہے۔ اور اس قربانی کی منزل پر انبیاء و مرسلین کو بھی دیکھا اس قربانی کی منزل پر ہم نے دنیا کے بڑے بڑے عقل مندوں کو بھی دیکھا، مگر اس شان سے اس منزل کو سر کرتے ہوئے کسی کو نہ پایا۔ ابراہیم ایک منزل پر رک گئے، زکریا ایک منزل پر رک گئے، موسیٰ ایک منزل پر رک گئے، مگر جو یہاں دیکھا ایک دن میں اتنی لاشیں اٹھائیں، ۵ برس کا سن ہے کبھی بھانجوں کی لاشیں لارے ہیں، کبھی بھتیجے کی لاش لارے ہیں۔ آخر میں وہ منزل بھی آئی کہ اٹھارہ برس کے جوان بیٹے کی لاش اٹھائی۔ اور یہ کہہ کر اٹھائی، "علی الدنيا بعدك العفا" علی اکبر تیرے بعد تو جینے پر خاک ہے اب جو فرصت ملی تو تیرے برس کے بھائی کی لاش اٹھائی اور یہ کہہ کر چلے۔ جاؤ عباس! جاؤ۔ اب ہماری کمر لٹ گئی، جانے والے جا چکے اب تھوڑی دیر میں ہم بھی آرہے ہیں۔ یہی قضائے الہی ہے۔ یہ کہہ کر قتل گاہ میں آئے، زخمی تو ہو چکے تھے۔ گھوڑے کی گردن میں دونوں ہاتھوں کو ڈال دیا اور کہنے لگے، "ذوالجناح! آخری سواری ہے۔ آہستہ آہستہ چل، مجھ کو پسند کر لیں گے۔"

ایک مقام پر پہنچ کر جگہ کو پسند کیا اور بقراری میں زمین پر سجدہ باری میں گر پڑے اور آواز دی۔ "تیرے حکم پر راضی ہوں مالک میرے، معبود میرے! تیرے امر کو مان رہا ہوں، تیرے سوا میرا کوئی معبود نہیں ہے۔ اے پناہ نہ رکھنے والوں کو پناہ دینے والے! اب میری مدد کر۔"

یہ راہیں ڈھونڈ سکتے ہو تو رزق لو، رزق دینے کے لیے تیار ہیں، مگر قبل اس کے کہ یہ فکر ہو کہ ہم ان کے بتلائے ہوئے راستے پر چلیں گے یا ان کے آثارِ فدویت کو ڈھونڈتے ہوئے، یا ان کے جذباتِ قربانی کو دیکھتے ہوئے ہم بھی اسی منزل پر پہنچ کر اپنی قربانی اور فدویت کو پیش کریں گے تو اس سے پہلے ایک یہ مرتبہ ضروری ہے کہ شہید کو کوئی پہچان تو لے۔ کس منزل پر گفتگو جارہی ہے۔ اسے شہید کو پہلے پہچانو، پھر یہ کہو کہ ہم ان کے قدم پر قدم چل رہے ہیں۔ کون ہے شہید؟ اسلام میں ایک ہی ذاتِ عظمت کے قابل ہے، اسلام میں ایک ہی روحِ ایمان ہے، اسلام میں ایک ہی روحِ کمال ہے۔ اسلام مکمل ایک ہی قدسی صفات ہے اور وہ ذاتِ گرامی، احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، انھیں کا کلمہ ہے، انھیں سے اذان ہے، انھیں سے شہد ہے، انھیں کے لیے سلام ہے، انھیں کے لیے درود ہے، وہی مظہر صفاتِ جلال و جمال الہی ہیں، سب کچھ وہ ہیں۔

انھوں نے اللہ کے پیغام کو آخری صورت دے کر یہ بتلایا کہ قیامت تک اسی پیغام کو رہنا ہے۔ تو اب ایسی صورت میں نبی یہ چاہتے تھے کہ اس کام کی تکمیل کے لیے میں کسی ایسے کو چن لوں اس کام کی تکمیل کے لیے فدویت اور قربانی کی منزل آئے تو نہ وہ اپنا خیال کرے، نہ بچوں کا خیال کرے، نہ گھروالوں کا خیال کرے، نہ ترکِ وطن کا خیال کرے کسی کا خیال نہ کرے، اس لیے اپنی چہیتی بیٹی کے بیٹے کو پسند کر کے سینے سے لگا کر کہا، "حسین بنی و آتانا من الحسین" حسین مجھ سے ہے اور میں حسین سے ہوں

یہ وہ منزل تھی کہ جہاں حسین بن علی نے دیکھا کہ نانا کے مقصد کی تکمیل اسی میں ہے کہ گھر چھوٹے صحیح معنی میں ہجرت واقع ہو جائے۔ مریض چھوٹے، مریض کا احترام بھی رہ جائے، مسکائیں اور کئے کی عظمت بھی باقی رہ جائے۔ نہ یہاں لڑائی ہو، نہ وہاں لڑائی ہو، دونوں جگہ کی لڑائی کو حسین پسند نہیں کرتے تھے۔ اس لیے نہیں پسند کرتے تھے کہ آگے چل کر

حسین زمین پر آئے، ادھر خیمے کا پردہ اٹھ کر بہن نکلی، یہ کہتی ہوئی چلی
بھائی نظر نہیں آتا کر کے میدان میں شام ہو رہی ہے، بہن، بھائی کو دھونڈ رہی ہے، کہ
ایسے میں ایک مرتبہ آواز آئی۔ جاؤ بہن واپس جاؤ، واپس جاؤ، جاؤ بہن واپس جاؤ
عابدیہ بھیاں کی حفاظت کرو، سکینہ کی حفاظت کرو، گھر والوں کی حفاظت کرو۔

اب جو واپس آئیں دیکھا خیمے جل رہے ہیں، تو گھبرا کر بچوں کو باہر کھینچا
عابدیہ بھیاں کا سجادہ باہر لائیں، سکینہ بی بی کو سنبھالا، اور ایسے عالم میں جبکہ خیمے
جل رہے تھے اور ادھر کر بلا کے میدان میں شام ہو رہی تھی۔

ہائے رے زینب کی پریشانی، ام کلثوم سے کہا، بہن کل کی بات تمہاری
اسی خیمے کے اطراف عون و محمد بھی تھے، عباس بھی تھے، علی اکبر بھی تھے، قاسم ابن
بھی تھے۔ بہن آج کون ہے، چلو! تم ہم مل کر آج بچوں کی حفاظت کریں۔

یہ کہہ کے ایک مرتبہ بچوں کو ریتی پر بٹھا کر اطراف گھومنے لگیں، تھوڑی دیر نہ گزری
تھی، ایک مرتبہ دیکھا کہ تاریکی شب میں کسی کے آنے کی آواز آرہی ہے۔

گھبرا کے کہا، ارے کون آرہا ہے؟

پتہ چلا کہ کوئی سوار آرہا ہے۔ تیزی سے آرہا ہے۔ پکار کر کہا، علی کی بیٹی تجھ سے
کہتی ہے۔ رگ جا، میرے بچے ابھی ابھی گھبرا کے سوئے ہیں۔ ادھر نہ آ۔

مگر وہ سوار درگنا تھا نہ رکا۔ علی کی بیٹی کو جلال آیا۔ آگے بڑھ گئیں، گھوڑے
کے سامنے کھڑی ہو گئیں اور ایک مرتبہ گھوڑے کی لگام پر ہاتھ ڈال دیا اور کہا، تجھے دھیان
نہیں آتا، فاطمہ کی بیٹی تجھ سے کہتی ہے رگ جا۔

سوار نے ایک مرتبہ نقاب کو اٹھ کر کہا، زینب علی آیا ہے، علی آیا ہے
حفاظت کے لیے، جاؤ زینب آرام کرو آج علی حفاظت کرے گا۔

~~~~~

## تسلیم

وَلَمَّا رَأَى الْمُؤْمِنُونَ الْآخْزَابَ لَا قَائِلُوا هَذَا مَا وَعَدَنَا  
اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَصَدَقَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَمَا زَادَهُمْ إِلَّا  
إِيمَانًا وَتَسْلِيمًا ۝ (سورۃ الاحزاب آیت ۲۲)

سورۃ الاحزاب کی اس آیت سے جس کی میں نے ابھی تلاوت کی نفیت  
حاصل کی یہ پتہ چلتا ہے کہ جنگ کے میدان میں دشمنوں کی کثرت تھی اور ہر طرف سے  
دشمن ٹوٹ پڑے تھے۔ اور اس کی تفصیل اس سے پہلے آیتوں میں موجود ہے۔  
إِذَا جَاءُوكُمْ مِنَ فَوْقِكُمْ وَمِنْ أَسْفَلَ مِنْكُمْ (احزاب ۱)  
وہ پہاڑوں پر سے اتر رہے تھے، وادیوں سے نکل رہے تھے، تمہارے مختلف  
اطراف کے دیہات سے یہ جمع ہو رہے تھے، اور ایسی منزل پر کہ جب یہ لشکر اس  
کثرت کے ساتھ احزاب میں جمع ہو رہا تھا جس کو خندق کہتے ہیں تو ارشاد ہوتا ہے  
هَذَا لَكُمْ آيَاتُ الْيَوْمِ وَالْآيَاتُ الْآخِرَةِ وَرُزِلُوا زُلْزَالًا شَدِيدًا (احزاب ۸)  
صاحبان ایمان کا امتحان تھا اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ شدید  
زلزلے دلوں میں آرہے ہیں۔ بَلَغَتِ الْقُلُوبُ الْحَنَاجِرَ (سورۃ احزاب آیت ۱۰)  
کلیے بڑے کو آچکے تھے اور ایسے موقع پر وَإِذْ يَقُولُ الْمُنْفِقُونَ وَالَّذِينَ  
فِي قُلُوبِهِمْ مَرَضٌ (احزاب آیت ۱۳) اور منافق یہ کہہ رہے تھے اور



تسلیم تین مقامات پر استعمال ہوا ہے۔

پہلے یہ آیت مَا زَادَهُمْ إِلَّا إِيمَانًا وَتَسْلِيمًا • اضافہ نہیں ہوا مگر ایمان اور تسلیم میں، کب فوجوں کی قوتوں کو دیکھ کر، کب جب منافقوں کے دل اکھڑ چکے تھے، جب ان کے کلیجے منہ کو اچکے تھے۔ تو ایسے موقع پر صاحبانِ ایمان یہ کہہ رہے تھے کہ ہم تو تسلیم کی منزل پر ہیں، ہم کو مرضی مولا چاہیے۔

دوسرا مقام سورہ نساء، کہ جہاں بتلایا کہ دیکھو! تسلیم کی منزل ہے ”فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّى يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي أَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا •“ (سورہ نساء، آیت ۶۵) ”نہیں ہے، تیرے رب کی قسم وہ صاحبِ ایمان نہیں ہے، جب تک کہ تجھ کو اپنے مسائل میں حکم نہ بنائے، اور جب تو کوئی فیصلہ کرے تو اس فیصلہ کو اپنے دل سے قبول کرے۔ وہ فیصلہ ان کے دل پر گراں نہ ہو، بار نہ بنے، اور تسلیم کرے تجھ کو جو حق تسلیم کرنے کا ہے۔“

سورہ احزاب میں تسلیم، سورہ نساء میں تسلیم۔ اب تیسری منزل یہ ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا • (سورہ احزاب آیت ۵۶) ”بیشک اللہ اور اُس کے ملائکہ رسول پر رحمتوں کو نازل کرتے ہیں، اللہ رحمت نازل کرتا ہے اور ملائکہ رحمت طلب ہیں۔ اور اے صاحبانِ ایمان! تم بھی رسول کے لیے رحمت کو طلب کرو۔“

یہاں تک تو بات ختم ہوئی مگر عمل بتلایا، تسلیم کرو، جو حق تسلیم کرنے کا ہے۔ حق تسلیم کیا ہے؟ مسلمان کے لیے تسلیم کی منزل کیا ہے؟ کہ وہ اس طرح سے تسلیم کرے جو حق ہے تسلیم کرنے کا۔ یا پھر جس طرح سے صاف ترجمہ کرنے والوں نے ترجمہ کیا ہے خصوصاً

جن کے دلوں میں بیماریاں تھیں وہ یہ کہہ رہے تھے مَا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُولُهُ إِلَّا غُرُورًا • (احزاب آیت ۱۲)۔

”آج اللہ نے اور اُس کے رسول نے ہم کو دھوکا دے دیا۔ آج اللہ نے اور اس کے رسول نے فتح کا وعدہ کیا تھا۔ مگر فوجوں کی یہ شدت، فوجوں کی یہ کثرت اور ان کی یہ طاقت اور ان کی یہ عسکری قوت دیکھ کر اب ہم کو یہ یقین ہو گیا ہے کہ آج ہم مر گئے۔“

لیکن ابھی جس آیت کی تلاوت کی گئی وَلَمَّا رَأَى الْمُؤْمِنُونَ الْأَحْزَابَ • مگر جب صاحبانِ ایمان نے لشکروں کو دیکھا، قَالُوا هَذَا مَا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُولُهُ • ”ان لوگوں نے کہا، یہ ہے وہ جس کا اللہ اور اس کے رسول نے وعدہ کیا تھا“ وَصَدَقَ اللّٰهُ وَرَسُولُهُ • اور اللہ بھی سچا ہے اور اُس کا رسول بھی سچا ہے۔ وَمَا زَادَهُمْ إِلَّا إِيمَانًا وَتَسْلِيمًا • اور ان میں اضافہ ہوا تو ایمان ہی کا اضافہ ہوا، تسلیم ہی کا اضافہ ہوا۔ نہیں زیادتی ہوئی مگر ایمان میں اور تسلیم میں

ایسی منزل پر دل نے یہ چاہا کہ آج ملتِ اسلامیہ کو پیغام دیتے ہوئے تسلیم پر گفتگو ہو جائے۔ تسلیم، سپردگی۔ تسلیم اپنے آپ کو کسی کی مرضی کے حوالے کر دینا۔ تسلیم، جہاں انسان قبول کرے اور مانے کسی چون و چرا کے بغیر کسی حکم کو جس کو وہ چاہتا ہے، جس کو وہ مانتا ہے، جس سے وہ محبت رکھتا ہے، جس کی وہ عبادت کرتا ہے، جس کی وہ پرستش کرتا ہے، اُس کو قبول کرے۔ یہ مقام تسلیم ہے اسی سے اسلام ہے، اگر اس میں سلیم ہو۔ اسلام سپردگی کی وہ منزل ہے کہ جہاں انسان صلیحِ عشق کا اعلان کرتے ہوئے معبود کے حکم کے آگے، معبود کے فرمان کے آگے اپنے تسلیم کو خم کر دے۔ تسلیم۔ قرآن مجید میں عجیب بات یہ ہے کہ لفظ



انگریزی کے ترجمہ کرنے والوں نے انگریزی زبان کے۔ انھوں نے کہا اس کو سلام کرو جو حق سلام کرنے کا ہے، دونوں صورتوں میں سلام ہو یا تسلیم اس کے معنی یہ ہیں کہ نبی کو ماتلے، نبی کو تسلیم کرنا ہے۔

چنانچہ اب اس آیت کے پہلے اور اس آیت کے بعد، جس کی میں نے تلاوت کی وَلَمَّا رَأَى الْمُؤْمِنُونَ الْأَحْزَابَ لَا قَالُوا هَذَا مَا وَعَدَنَا اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَصَدَقَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَقَارَادَهُوَ إِلَّا إِيْمَانًا وَتَسْلِيمًا (سورۃ الاحزاب آیت ۲۲)

اس آیت کے لیے ایک سباق ہے، ایک سیاق۔ اس سے پہلے ہے، ایک بعد۔ پہلی آیت یہ ہے۔ "لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ" (احزاب آیت ۲۱) "تمہارے لیے اللہ کے رسول کی ذات گرامی بہترین نمونہ ہے۔ اور تیسری آیت جو اس کے بعد ہے وہ یہ ہے۔ "مِنَ الْمُؤْمِنِينَ رِجَالٌ صَدَقُوا مَا عَاهَدُوا اللَّهَ عَلَيْهِ فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضَىٰ نَحْبَهُ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَنْتَظِرُ وَمَا بَدَلُوا تَبَدُّلًا" (سورۃ الاحزاب آیت ۲۳)

"صحابان ایمان میں وہ لوگ بھی ہیں۔ وہ مردانِ خدا بھی ہیں، صحابان ایمان میں وہ رجال ہیں کہ جو اپنے وعدوں کو سچا کر دکھاتے ہیں۔ ان میں مرنے والے مرچکے انتظار کرنے والے انتظار کر رہے ہیں، کبھی ان کی فطرت نہیں بدلتی، کبھی ان کی حاجت نہیں بدلتی، کبھی ان کی نیت نہیں بدلتی، کبھی ان کی کیفیت باطنی نہیں بدلتی۔"

یہ تین آیتیں ہیں سورۃ احزاب کی۔ پہلی آیت میں یہ ذکر ہے کہ رسول کی ذات گرامی میں اسوۂ حسنہ ہے۔ دوسری آیت میں یہ ہے کہ لشکر پہ لشکر آئے ہمارے

ایمان اور تسلیم میں اضافہ ہوا اور تیسری آیت میں یہ ہے کہ کچھ لوگ مر گئے اور کچھ لوگ انتظار کر رہے ہیں۔ اب ان تین آیتوں کو ملا کر پڑھیے۔

پہلی آیت حکم بنی ہوئی ہے، حکومت کر رہی ہے کہ رسول کی ذات میں یہ ساری چیزیں موجود ہیں رسول کی ذات میں، رسول کے اسوۂ حسنہ میں استقامت بھی ہے، قیام بھی ہے، بے خوف زندگی بھی ہے، لشکروں کو دیکھ کر سکون و اطمینان کی کیفیت بھی ہے۔ رسول قرآن کا رسول، رسول مسلمانوں کا رسول، رسول ملت اسلامیہ کا رسول، جن کے متعلق کبھی کبھی یہ سوچا جاتا ہے کہ مدینے میں آئے تو طبیعت میں جارحیت آگئی اور مکہ میں رہے تو خاموش رہے، صلح جو رہے، کوئی لڑائی نہیں ہوئی، کوئی جھگڑا نہیں ہوا۔ یہ تصور قرآن کے اعتبار سے انتہائی غلط ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ قرآن میں ایک سوچودہ سورے ہیں، ایک سوچودہ سورے ہیں قرآن میں اور اس میں آپ کو تعجب ہوگا کہ بہت کم سورے ہیں جو مدنی ہیں اور باقی سب مکی سورتیں ہیں۔ یہ سورہ ہائے طوال مدنی ہیں۔ سورہ بقرہ ہے سورہ آل عمران ہے۔ اور اسی طرح سے آپ آگے بڑھتے جائیں گے۔ تو جو سورہ طوال ہیں وہ مدنی سورتیں ہیں مدینے میں نازل ہوئیں اور عموماً آپ دیکھیں گے کہ جو مکی سورتیں ہیں، ان کے میں نازل ہونے والی سورتیں ہیں۔ ان کا عالم یہ ہے کہ ان میں الفاظ میں جلال، جنگ کے جلال سے زیادہ ہے۔ ان میں الفاظ میں جلال، غصہ، جوش، دھکیاں، تنبیہ مدنی سورتوں سے کہیں زیادہ ہے۔ آپ اگر تجزیہ کرتے ہیں، ان تمام سورتوں کا، تو صرف دو تین سورتوں پر غور کیجیے۔

پہلی سورت، سورہ علق۔ اس میں جلال دیکھیے، اکیلا نبی کفار قریش کو مخاطب کر کے کہہ رہا ہے۔ ہاں! انسان کا پیٹ جب بھرتا ہے تو وہ کفر کی طنز مائل ہو جاتا ہے۔ اور جلال کے الفاظ كَلَّا لَتُنْكُرُنَّ لَوْ يَنْتَهِ (سورہ علق آیت ۱۵)



جیب! کہہ دو اگر یہ باز نہیں آئے گا " لَنْسَفَعًا بِالنَّاصِيَةِ ۝ نَاصِيَةٍ  
كَاذِبَةٍ خَاطِئَةٍ ۝ (سورہ علیٰ آیت ۱۵-۱۶)  
"تو ہم اس کی پیشانی پر کڑکھینچیں گے۔ جھوٹی پیشانی، خطا کار پیشانی، گمراہ کرنے والی  
پیشانی۔" پہلا سورہ، پہلی وحی۔ جلال کا یہ عالم۔!

دوسری وحی نون والقلم، اور بلاغیت ارشاد ہوا، جس کو آپ نے  
محفوظ بھی کیا ہے اپنے دماغوں میں کہ: "خبردار! اے ہول" وَلَا تَطْعُ كُلَّ  
حَلَاظٍ مَّهِينٍ ۝ هَذَا مَشَاءُ بَنِيكُمْ ۝ مُنَاجٍ لِلْخَيْرِ مُعْتَدٍ  
أَيْتِيمٍ ۝ عَتِلٌّ ۝ بَعْدَ ذَلِكَ زَنِيمٌ ۝ (سورہ النعم آیت ۱۰۱-۱۰۳)  
پیغمبر! بہتان تراشنے والے کی (زیادہ قسمیں کھانے والے کی) اطاعت نہ  
کرنا، گنہگار کی اطاعت نہ کرنا، حد سے آگے بڑھنے والے کی اطاعت نہ کرنا، پیغمبر کی  
نیکیوں میں حائل ہونے والے کی اطاعت نہ کرنا، اور پھر جس کا نسب صحیح نہ ہو اس کی  
اطاعت نہ کرنا، اور پھر جو ہٹ جائے اپنے راستے سے اپنے محل سے، اپنی غلطیوں سے  
اپنے خواہشات نفس سے، اس کی اطاعت نہ کرنا۔

یہ سورہ نون والقلم اور یہ سارے الفاظ کہ اگر آج کوئی عرب دوسرے  
عرب کو ان الفاظ سے یاد کرے تو تلواریں کھینچ جائیں گی، مگر اکیلا نبی صنادید قریش کو خطا  
کر کے آیتیں پڑھ رہا ہے۔

تیسری وحی سورہ مدثر۔

"كَلاَّ وَالْقَمَرِ ۝ وَاللَّيْلِ إِذَا زَوَّجَ ۝ وَالصُّبْحِ إِذَا  
أَسْفَرَ ۝ إِنَّهَا إِلَّا حُدًى الْكَبَرِ ۝ نَذِيرٌ لِلْبَشَرِ ۝  
لِمَنْ شَاءَ مِنْكُمْ أَنْ يَتَقَدَّمَ أَوْ يَتَأَخَّرَ ۝ كُلُّ  
نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ رَهِيْنَةٌ ۝ إِلَّا الْوَالِدُ الْيَمِيْنُ ۝

فِي جَنَّتٍ ثَمَّ يَتَسَاءَلُونَ ۝ عَنِ الْمُجْرِمِينَ ۝ مَا سَأَلَكُمْ  
فِي سَفَرٍ ۝ قَالُوا لَمْ نَكُ مِنَ الْمُصَلِّينَ ۝ (سورہ مدثر آیت ۱۲-۱۴)  
یہ سلسلہ ہے آیتوں کا کہ جب سب جہنم میں چلے جائیں گے اور ان سے

پوچھنے والے پوچھیں گے کہ تم کیوں آئے؟ تو کہا ہم نے نماز نہیں پڑھی تھی، اور۔  
وَلَمْ نَكُ نَطْعِدُ الْمُسْكِينِ ۝ (۱۴) ہم نے مسکین کو کھانا نہیں کھلایا تھا  
وَكُنَّا نَخُوضُ مَعَ الْخَاطِرِ ضَيْقًا ۝ (۱۵) اور ہنسی اڑانے والوں  
کے ساتھ مل کر رسول کی ہنسی اڑایا کرتے تھے۔ ایسے موقع پر ارشاد فرماتے ہیں۔

"فَمَا لَهُمْ عَنِ التَّذْكِرَةِ مُعْرِضِينَ ۝ (مدثر آیت ۱۶)۔  
کیا ہو گیا انہیں، یہ تذکرے سے کیوں بھاگ رہے ہیں؟ كَا أَنَّهُمْ حُمْرٌ  
مُسْتَنْفَرَةٌ ۝ فَزَرْتُ مِنْ قُسُورَةٍ ۝ (مدثر آیت ۱۷-۱۸) تیسری  
وحی، اور عرب کے وہ قبائل۔ وہ عرب کے گدھے، وہ عرب کے سردار جو ایک شیر  
کے بھاگ رہے ہیں۔ قُسُورَةُ جمع کا صیغہ نہیں ہے۔ واحد کا صیغہ ہے، ایک شیر  
ایک شیر۔

کسی نے امیر المؤمنین سے پوچھا، مولانا! آپ نے اپنے آپ سے بڑھ کر بھی کسی  
کو شجاع پایا؟  
کہا، ہاں، مجھے زیادہ شجاع، وہ میرے بھائی تھے، اللہ کے رسول تھے،  
محمد عربی تھے۔

آپ نے دیکھا، اب اس کی اصلاح کیجیے۔ جارحیت طلب نہیں ہے۔ وہاں  
جارحیت تھی، یہاں صلح جوئی تھی۔ ایسا نہیں ہے پیغمبر اعلان حق کے لیے آیا ہے۔ اگر قیام  
حق کے لیے تم میں دل دکھتا ہے کافروں کا، تو دیکھو۔ مزید میں دل دکھتا ہے تو دیکھو اگر  
یہاں قیام حق میں کافر آستین چڑھاتے ہیں اور الباطل سے کہتے ہیں کہ الباطل!







## حُجَّتِ اِلهِی

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

[illegible]

نہیں حجت الہی کے عنوان پر گفتگو کر رہا ہوں۔ یہ سورۃ ناس کی آیات ہیں یہاں ارشاد ہوتا ہے کہ ہم نے تیری طرف وحی کی۔ جیسے نوح کی طرف اور نوح کے بعد چو انبیاء آئے۔ ابراہیم، اسمعیل، اسحاق، یعقوب، یوسف، ہارون، سلیمان، داؤد اور داؤد کو ہم نے زبور عطا کی۔ اسی طرح سے ہم نے مسیحی طرف وحی کی، ہم نے بہت سے رسول بھیجے جن کا حال تم سے پہلے ہی بیان کر دیا اور بہت سے ایسے رسول بھیجے جن کا حال تم سے پہلے بیان نہیں کیا اور ہم نے اسی طرح موسیٰ سے بہت سی باتیں کیں، ہم نے ڈور لے کر دے رسول بھیجے، ہم نے بشارت دینے والے رسول بھیجے فقط ایک مقصد تھا کہ رسولوں کے آجانے



بادی کا کام یہ ہے کہ جب وہ چاہتا ہے انسانیت کی رائے کو قرآن کا پابند کر دیتا ہے۔ جب دنیا یہ چاہتی ہے کہ قرآن، انسان کی رائے کا پابند ہو جائے۔ یہ بادی کا کام ہے اور اس فریضہ کو ادا کرتا ہوا چلا اور اس کے بعد اس کو تسلی دے دی گئی آخر کہا کہ اے حبیب! ایک بات ہے تم کو ایک چیز کا ڈر ہے اور ہم بھی اس کے متعلق پہلے ہی کہہ دیتے ہیں۔ ارشاد ہوا اِنْ يَكِيدُ الْوَدُ فَقَدْ كَذَّبَتْ فَلَهُمْ قَوْمٌ مُّوجِعٌ وَعَذَابٌ شَدِيدٌ وَقَوْمٌ اٰمِرٌ بِاِحْسَانٍ وَقَوْمٌ مُّوْبِقٌ وَمُصْطَفٰى مَدْيَنَ وَكَذٰبٌ مُّوسٰى فَاَنْصَلَتْ لِلْكَافِرِيْنَ ثُمَّ اَخَذْتُمْ مَلِكَيْفَ كَانَ نَكِيرٌ وَكَافِرٌ مِّنْ قَوْمِيَّاهُ اَهْلَكْنِيْ وَهِيَ غَالِيَةٌ فَرَمٰى غَاوِيَةً عَلٰى عُرْوَةِ شَعْوَابٍ سِرٌّ مَّوْطَلٌ مِّنْ وَهْمٍ وَتَقْسِرٌ مَّشِيٍّ اَفْلَحَ لِيْسِرُّوْا نِي الْاَمْرَ مِّنْ فَتَكُوْنَ لَكُمْ قُلُوْبٌ يَّقْبُلُوْنَ بِمَا اَوْاْذَا نَ يَسْمَعُوْنَ بِحَاٍ فَاِنَّمَا اَلْقَمٰى الْاَلْبَسَ مَا وَلَكُنْ قَمِيْ اَنْقَلُوْبٌ اَلْقٰى فِى الْقَدْرِ -

سورۃ حج آیت ۶۲ تا ۷۸) یہ سورۃ حج ہے اور اگر یہ تجھے جھٹلائیں اور اگر یہ تیری تلمذ یں کریں اگر یہ تجھے سچا نہ مانیں، اگر تم یہ سمجھتے ہو کہ تم کو جھٹلایا تو جن جن پر ہم نے وحی کی تھی پھر تم سے پہلے انھوں نے نوح کو جھٹلایا ہے، ابراہیم کو جھٹلایا ہے، انھوں نے صالح کو لوٹ کو اور موسیٰ کو جھٹلایا ہے، میں نے ان کو مہلت

اور جب تیری طرف ہم نے وحی کی، تجھ کو خاتم بنایا تجھ کو آخر بنایا، تجھے اشرف المخلوقات بنایا، انسان کو کائنات کا شرف بنایا اور انسان کا شرف تجھ کو بنایا۔ مگر بن عالم میں سب سے بہتر۔ یعنی ایسا معلوم ہو گا کہ اگر ہمارا مقصد عالم خرید میں ہے تو وہ مقصد مجسم ہو اسودت محمد میں۔ اور شاد ہوا النبیین یستیعون اللہ سؤل النبی الا انی الذی یجد وقتا ملکوا یا عندہم فی الدنیا والاخیل یا اممہم بالمعروف وینہکم عن المنکر ویحمل لکم الذلالت ویحرم علیکم الغلبت ویفعل عنکم امرہم والا غفلت النبی لانت علیہم سورہ اعراف ۱۵۷) وہ لوگ جو رسول کی پیروی کرتے ہیں اس کا ذکر تو ربیت میں بھی پاتے ہیں۔ اس کا ذکر انجیل میں بھی پاتے ہیں اس کا کام یہ ہے کہ وہ طیب چیزوں کو حلال کرتا ہے۔ اور خبیث چیزوں کو ناپاک چیزوں کی حرمت کا حکم دیتا ہے، تمہارے کا مذکور سے بوجھ بٹاتا ہے، جن زنجیروں میں تم گرفتار تھے ان زنجیروں سے تم کو الگ کرتا ہے۔ اس کو یہ اختیار ہم نے دیا ہے کہ قیام قیامت تک کا جائزہ لے کر جس چیز کی حقیقت کو بہتر پائے، اس لئے کہ اس نبیؐ نے دعا کی تھی کہ اے پروردگار مجھے حقیقت اشیا دکھا، تو یہی کہہ سکتا ہے کہ یہ حلال ہے اس میں حرمت کا پہلو نہیں یہ حرام ہے اس میں عزت کا پہلو نہیں۔ یہ محبت الہی بن کر آیا اور قرآن مجید اس کا قیودہ بن گیا۔

قرآن مجید میں جگہ جگہ اس کی توصیف کی اور یہ بتانے کی کوشش کی کہ



جو اللہ کی آیتوں کی توہین کریں، یہ محبت الہی بن کر آئے اور یہ بتلایا کہ امتنا اختیار لے کر آیا ہوں کہ جو چاہوں وہ کہوں جس راتے پر ڈال دوں اے ماننا پڑے گا۔ اور پھر یہ اختیار مجھے سلسلے سے ملا ہے، آدم کو ملا، نوح کو ملا، ابراہیم کو ملا، موسیٰ کو ملا، ایوب کو ملا، سلیمان کو ملا، داؤد کو ملا، سب کو ملا مجھے ملا اور اگر یہ اختیار میں کسی کے حوالے کروں تو اس یقین کے ساتھ حوالے کروں گا کہ کس کو اپنا بدل بناؤں، کس کو اپنی بنیت کی منزل پر لاؤں تو حقیقتاً مجھے اس بات کے بتانے کا حق ہے کہ محبت الہی کے بغیر جو نیک زمانہ نہیں رہتا اس لئے اگر بہت ملے تو کوئی آکر پھر سمجھائے، کوئی آکر پھر بتلائے، اس واسطے اپنی گود میں پرورش کر کے میں نے امت کے حوالے کیا ہے حسین کو، یہ مقام بنیت ہے، محبت الہی بن کر آیا ہے۔ اسی منزل پر اقبال کو کھتا پڑا۔

درمیان امت آل کیوں جناب

بچو حرفِ قل ہو اللہ در کتاب

حسین امت کے درمیان ایسے ہیں جیسے قل ہو اللہ قرآن کے درمیان ہے حسین نے یہ بتلادیا کہ تکذیب آیات الہی کا انجام بڑا دردناک ہے حسین بیغام رسول کو آگے بڑھائے دوائے ہیں حسین مقصد رسول کو باقی رکھنے والے ہیں حسین حجت رسول کی دلیل ہیں حسین نے واضح کر دیا کہ جس کو حلال کی ختمی مرتبت نے اب وہ قیامت تک حلال ہے، جس کو حرام کیا تھا وہ قیامت تک حرام ہے اب شاہی کو اس امر کی اجازت نہیں دی جائے گی، اب ملکیت کو اس امر کی اجازت نہیں دی جائے گی، اب ملکیت کو اس امر کی اجازت نہیں دی جائے گی کہ وہ قرآن کو رائے کا پابند کر دے، وہ قرآن کو اپنی ہوس کا پابند کر دے اس لئے کہ میں محبت الہی کی جگہ ہوں۔ جہاں کہ اقبال کہتے ہیں

دی مگر جب ہم نے ان کی گردنیں پکڑ لیں جب ہمارے پیچہ قدرت میں وہ آگئے تو تم نے دیکھا کہ ہم نے کیا کیا، ہم نے کتنے شہر تباہ کر دیئے، کتنے تمدن تباہ کر دیئے۔ کتنی تہذیبیں تباہ کر دیں، کنوئیں تھیں سنان اور ویران، مکانات تھے اٹے ہوئے جن کی چھتیں زمین پر پڑی ہوئی تھیں، سارے تمدن ہم نے تباہ کر ڈالے، اس لئے کہ انھوں نے محبت الہی کو نہ مانا تھا، انھوں نے محبت الہی کو ٹھکرایا تھا، انھوں نے محبت الہی کی توہین کی تھی، ہم کچھ بہت دیتے ہیں اس بہت کو اگر کوئی ملکیت سمجھ لے اسی بہت کو اگر کوئی شاہی سمجھ لے تو اس بات ہے مگر ہم نے تو بہت دی تھی کہ دیکھو جتنیں ہماری آجکی ہیں۔ مخلوق کو پیدا کیا تو بے راہ جانے کے لئے پیدا نہیں کیا، مخلوق کو پیدا کیا ہے تو اس واسطے نہیں کہ ان کو نشان اپنی منزل کا نہ بتلائیں، نبی پر نبی بھیجے، ہم نے رسول بھیجے کہ ہم نے اپنے قول کو عمل دے دیا ہے کہ ایک کے بعد ایک آیا اور ایک کے بعد ایک محبت الہی آئی۔ کتابیں آئیں، اور اگر اس کے بعد بھی تیری تکذیب کریں اور تجھے جھٹلائیں تو گھبرا نا نہیں اور دلوں کو بھی جھٹلایا گیا ہے۔ اور ہم نے بہت دے کر مزادی تو خالق کا ایک نوری دن ہزاروں برس کے برابر ہوتا ہے ارشاد ہوا: **وَإِنْ يَوْمَئِذٍ لَّيَبْكُ كَالْفِ سَيِّئَاتِ مَا تَلَعَدُونَ** دوسرہ ج آیت، ہم تمہارے رب کے ہاں کا ایک دن تمہارے شمار کے ہزاروں برس کے برابر ہوتا کرتا ہے۔ یہ معلوم نہیں کتنی بہت دے اور معلوم نہیں کب تک اک مرتبہ کاس کے پیچہ قدرت میں سب آجائیں، یہی وہ منزل ہے کہ بدترین گناہ انسانیت کا تکذیب رسول ہے، تکذیب آیات الہی ہے۔

ارشاد ہوا: **إِنَّ الدِّينَ لَكَرُّوَانَا يَأْتِي الشَّيْءُ نَحْمُ عَذَابُ مَشِيدٌ دَالِ**  
عمران آیت ۴، بدترین مذاب ہے ان کے لئے جو اللہ کی آیتوں کا مذاق اڑائیں



چوں خلافت رشتہ از قرآن گینخت  
حریت را از ہر اندر کام ریخت

خاست آل سر جلوه خیر الامم  
بر زمین کربلا یاد و رفت  
لاله درو میرانہ با کارید و رفت

تاقیامت قطع استبداد کرد  
موج خون او چین ایجاد کرد

جب مسلمانوں کی خلافت نے قرآن سے رشتہ توڑا اور ملکیت کی بنیاد پر ہی قرآن ناطق کا نواسہ اٹھ کھڑا ہوا اور اپنا خون دے کر ہمیشہ ہمیشہ کے لئے استبداد کے زور کو توڑ دیا کیا خوب بادل تھا کہ محراتے کربلا میں برسا اور ویرانہ میں لالہ کاری کے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے گلشن اسلام کی سیرابی کا سامان کر دیا۔  
حسین ابن علیؑ نے کربلا میں اس انداز سے قیام کیا اور اس قیام کی منزل پر امام کا یہ ارشاد کہ اگر محمدؐ کا دین بغیر میرے نکل کے قائم نہیں رہ سکتا تو اسے تلوار میرے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالو،

ان کان دین محمد لم یستقم  
الا بقتلی یا سیوف خزینی

اولین و آخرین میں کسی نے یہ آواز نہیں دی کہ اگر دین محمدؐ میرے قتل کے قائم نہیں ہو سکتا تو اسے تلوار میرے ٹکڑے ٹکڑے کر دو، مجھ پر حملہ کرو اور مجھے تم جس طرح سے چاہو زخمی کرو، جس طرح سے چاہو لہو بہاؤ، جتنے عزیزوں کو چاہو قتل کر ڈالو، مگر میں چاہتا ہوں کہ دین محمدؐ رہ جائے۔

اور دین محمدؐ گیارہ گیارہ کا بھرا گھرانہ کربلا میں کٹ گیا، ان میں ایک چھ

مدینہ والا بھی تھا، کون؟ وہ باب کالال علی اصغرؑ شہادت غلطی پر ایک کتاب حسینؑ نے لکھ دی۔ بہت غور سے سنتے جائیے، ۲۸ء جب کو مدینہ سے سفر کیا تیسری شبان کو مکہ پہنچے، مدینہ سے نکلے ہوئے خطبہ دیا، مکہ میں پہنچ کر خطبہ دیا۔ ۸ رذی الحج کو مکے سے چلے خطبہ دیا، راستے میں خطبہ دیا، دوسری محرم کو کربلا پہنچے خطبہ دیا، نویں محرم کو خطبہ دیا، حسینؑ نے ایک کتاب لکھی، جس میں ابواب قائم کئے، یہ باب شہادت عباسؑ ہے، یہ باب شہادت عقیل و محمدؑ ہے، یہ باب شہادت قائم ہے، یہ باب شہادت علی اکبرؑ ہے۔ اب کتاب شہادت جب ختم کے قریب آئی تو اس کتاب کا آخری باب تھا، چھ بیٹے کے بچے کی شہادت۔

پیارے صاحب رقید مرحوم، میر انیس کے نواسے، مشہور شاعر، مشہور مرثیہ گو مشہور رباعی گو شاعر، بہترین سلام پیارے صاحب رشید نے کہے ہیں، ایک سلام میں کہا اگر آپ یاد رکھ سکیں

یہ سمجھ کر لے گئے ہمراہ اصغر کو حسینؑ

قید میں بانو سے یہ بچہ نہ پالاجا تیگا

شہزادے کے متعلق بہت سی باتیں ہیں، مگر میں اس منزل پر یہ عرض کرونگا کہ دل اور ایم رباب کا دل، بچہ پیارا تھا، ماں نے باپ کے حوالے کر دیا، جو بہت تیز تھی، حسینؑ نے علی اصغرؑ کو عبا کے دامن میں چھپا لیا تھا۔ بچے کو لے کر فوج شام کے سامنے آئے، میرا علی اصغرؑ پیاسا ہے اسے تھوڑا پانی پلا دو۔ میرا انیس مرحوم کہتے ہیں۔

صدے سے پیاس کے رخ مصوم تھا جو زرد

حضرت نلک کو دیکھ کے بھرتے تھے آہ سرد

بچکی جب اس کو آتی تھی اٹھتا تھا دل میں درد



آنسو رواں تھے آنکھوں سے رخ پر تھی تھی گرد

پانی کی جستجو تھی شہ خوش مسافت کو

نکلتے تھے چشم یاس سے نہرِ فرات کو

اس منزل پر کہا علیؑ اس غمِ حجتِ الہی کے سپرد، علیؑ اس غمِ ان پر حجت کو تمام کرو،

دیکھا آپ نے یہ ہے حجتِ الہی جو بیٹے سے کہہ رہا ہے، میرے لال ان پر حجت کو تمام

کرو، بچے نے خشک زبان سو کھئے ہوئے ہونٹوں پر پھیری، یہ علیؑ اس غم کا جہاد تھا،

لشکر کے لوگ منہ پھیر کر رونے لگے، اس منزل کے لئے مرحومؑ مولاؑ نے شکر کیا تھا

اس غمِ کلجہ تمام کے روتی ہے فوجِ شام

تم تیرکھا کے آتے ہو یا تیر مار کے

حرمِ حجتِ الہی کو یہ جواب دیا ط

تیرا بردگ ان کو مارا

پھدھینے کی جان کو مارا

حسینؑ بچے کی لاش سینے سے لگائے ہوئے درخیمہ پر آئے، کبھی آگے

بڑھتے کبھی پیچھے ہٹتے اور ہر قدم پر کہتے جاتے۔ اِنَّا لَکُمْ دَارُ اِلَیْکُمْ رَاجِعُونَ

مِنْ مَّضَا لِقَاتِیْہِم مَّحِلِّمًا کَا مَرِکًا۔

اور ایک مرتبہ عزم و ہمت کے ساتھ درخیمہ پر آواز دی، امّ ربابؑ اپنے

بچے کو لے جا، امّ ربابؑ درخیمہ پر آئیں تو بے اختیار حسینؑ نے کہا، امّ ربابؑ

میں کون ہوں؟ بی بی نے جواب دیا کہ آپ امامِ وقت ہیں، کہا ربابؑ جو کہوں گا،

صبر کرو گی؟ آپ میرے آقا ہیں۔ کھانا اچھا یہ امانت پروردگار ہے اسے گود میں

سنبھالو، اب پھر امّ ربابؑ کی گود میں ہے حسینؑ نے زیرِ قنات ایک نھی سی

لحدِ سنائی ایک چھوٹی سی قبر بنائی، ربابؑ لا میرے بچے کو مجھے دے دے،

ماں کی آنکھوں کے سامنے پھر دفن ہو گیا۔

گر حسینؑ جب بچے کو دفن کرنے لگے، فرات کی طرف رخ کر کے عباسؑ

کو آواز دی، یہ بیٹے کو دفن کرتے ہوئے چھوٹے بھائی کو آواز کیوں دی؟

جب ختمی مرتبتؑ کے فرزند ابراہیمؑ کا انتقال ہوا تو رسولؐ نے علیؑ کو بلا

کر کہا، علیؑ باپ کے لئے یہ بہت مصیبت ہے کہ وہ بیٹے کو دفن کرے، علیؑ جاؤ،

میرے لال کو غسل و کفن دے کر تم دفن کرو، چھوٹا بھائی موجود تھا، بڑے بھائی

نے حکم دیا، چھوٹے بھائی نے بیٹے کو دفن کیا۔

حسینؑ تہارہ گئے علیؑ اس غمِ دفن ہو گئے ط

کہتے کہتے کچھ زبان بے زبانی رہ گئی

تیرکھا کے سو گئے اس غمِ کفانی رہ گئی



حقیقت ہے کہ جذبات انسان کے قوی ہیں۔ اگر یہ انسان ہوا دوس کی زندگی میں آجائے اور خواہشات نفس کا پابند رہے تو وہ چونکہ صورت میں انسان ہی رہے گا اس لئے اگر وحی معیار عقل کو واضح نہ کر دے تو دوسرے انسان نہ اس خود کار انسان کی حیثیت سے آگاہ ہو سکیں گے اور نہ اپنے آپ کو مستند قوتوں کے اثر سے بچا سکیں گے۔ یہی وجہ تھی کہ وحی ربانی نے مختلف مقامات پر انسانی عقل سے ایبل کی عقل و تعقل کی اہمیت کو واضح فرمایا۔

إِنِّي خَلَقْتُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ مِنْ نَارٍ وَاجْتَنَابُ النَّارِ وَالْفُلُوكَ الَّتِي تَجْرِي فِي الْبَحْرِ  
بِمَاءٍ يُنْقَعُ أَنْفُسُ وَمَا أَنْزَلْنَا السَّمَاءَ مِنْ مَاءٍ فَالْحَبَابُ يَأْكُلُونَ بَعْدَ مَا يَخْرُجُ  
وَبَتَّ فِيهَا مِنْ كُلِّ ذَكَبْتِهِ وَكَفَصُوفِ الرِّيَّاتِ وَالسَّحَابِ الْمُسَخَّرِ كَيْلَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ  
لَا يَأْتِيَنَّ يَوْمَ يَفْقَهُونَ (سورہ بقرہ ۱۹۴)

زمین و آسمان کی خلقت، رات اور دن کا اختلاف، دریاؤں میں کشتیوں کی فائزہ منہ حرکت، بلند یوں سے پانی کا نزول، مردہ زمینوں کی دوبارہ زندگی ہر حیوان کی حیات ہواؤں کا تصرف، بادلوں کا زمین و آسمان میں سحر ہونا۔ ان سب میں نشانیاں ہیں مگر اس قوم کے لئے جو عقل سے کام لے

سورہ رعد اور سورہ روم میں دیگر مظاہر و لوازم قدرت کو پیش کیا گیا اور پھر یہی ارشاد ہوا کہ یہ آیتیں عقل سے کام لینے والی قوم کے لئے ہیں سورہ حج میں ارشاد ہوا۔

أَفَلَمْ يَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَكُنْوا لَهُمْ قُلُوبٌ يَفْقَهُونَ جَاءُوا أَوْ لَمْ يَأْتُوا لَيْسَ بِيَأْتِي  
فَأَفَلَمْ يَتَفَكَّرُوا لَكِنَّا نَعْمَى أَلْقُلُوبُ الَّتِي فِي السُّدُورِ — (سورہ حج آیت ۱۷)

کیوں وہ زمین میں سیر نہیں کرتے، زمین پر بسنے والوں کے ماضی و حال پر ان کی نظر کیوں نہیں۔ اگر ایسا ہوتا تو ان کے دل تعقل کرتے۔ ان کے کان سنتے

## عقل

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

ارشاد ہوا فَفَصِّلْ الْآيَاتِ لِقَوْمٍ يَعْقِلُونَ (سورہ روم آیت ۳۸)

ہم عقل والوں کے لئے اپنی آیات مفصل بیان کرتے ہیں۔ جو ہر انسان عقل ہے اس لئے انسان اپنے ہر عمل میں تابع عقل ہوتا ہے۔ اس کا خواب و بیداری اس کی صحت و مرض۔ اس کا سکون و اضطراب، وسائل رزق کی تلاش، تولد و ناسل غرض اس کا ہر حکم عقل کے ساتھ ہوتا ہے۔ اور اسی وجہ سے وہ حیوانات سے ممتاز ہے۔ درالخالیکہ بھی تمام اعمال حیوانوں سے بھی متعلق ہیں۔ انسان کو حیوان اس لئے نہیں کہتے کہ وہ زیور عقل سے آراستہ ہے۔ جس طرح انسان تابع عقل ہو کر اپنے ہر عمل میں حیوانات سے ممتاز ہے۔ اسی طرح نبی تابع وحی ہو کر اپنے ہر کام میں دنیا کے انسانوں سے بلند ہوتا ہے۔ اگرچہ وہ بشر مثلاً کہہ کر جنس کا اعلان کرتا ہے مگر وحی الہی کے منسل کے ساتھ حیوان و انسان میں فصل عقل ہے اور انسان وحی میں فصل وحی ہے۔ اور چونکہ وحی شارح اسرار حیات ہے اور وجود کی حقیقتوں کو منکشف کرتی ہے۔ اور ہم جو زمان و مکان کے اسیر ہیں۔ اسی وحی کی بدولت ہر غیب سے قریب ہو جاتے ہیں اس لئے صاحب وحی کو یہ نگر ہے کہ کہیں انسان اپنے عقل کو جذبات ہیجینیت و عیوانیت کا تابع بنا کر جاہلیت کا شکار نہ ہو جائے۔ یہ



اور محفوظ کرتے۔ اس لئے کہ آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں سینے میں دل اندھے ہو جاتے ہیں۔

سورۃ بقرہ میں ارشاد ہوا۔

وَمَثَلُ الَّذِينَ كَفَرُوا كَمَثَلِ الَّذِي يَتْلُو صُحُفًا لَا يَسْمَعُ مِنْهَا شَيْئًا وَكَذَلِكَ هُمُ الْفٰكِرُونَ (سورۃ بقرہ آیت ۱۷۱)

نہ مانتے والوں کی مثال یہ ہے کہ جیسے جانور جو اس آواز کے اور کچھ نہیں سنا جس سے اس کو بلایا جائے۔ میرے گونگے اور اندھے ہیں اس لئے کہ وہ عقل سے کام نہیں لیتے۔

سورۃ انفال میں ارشاد ہوا۔

إِنَّ مَثَلَ الْمُشْرِكِينَ كَمَثَلِ الْفَخَّارِ الْمُرْتَدِّ الَّذِي لَا يُفْقِدُونَ (سورۃ انفال آیت ۲۵)

اللہ کے نزدیک چوپاؤں سے بدتر وہ بہرے اور گونگے ہیں جو عقل نہیں رکھتے۔

سورۃ الملک میں ارشاد ہوا۔

لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ أَوْ نَعْقِلُ مَا كُنَّا فِي أَصْحَابِ السَّعِيرِ (سورۃ الملک آیت ۱۱)

اگر ہم سننے اور عقل سے کام لیتے تو ہم اہل جہنم سے نہ ہوتے۔

سورۃ حشر میں ارشاد ہوا۔

حَسْبُكُمْ جَبَبُهَا وَقُلُوبُهُمْ تَشَىٰ ذٰلِكَ بِأَنَّهُمْ قَوْمٌ لَا يَعْقِلُونَ (سورۃ الحشر آیت ۱۲)

تم خیال کرو گے کہ سب کے سب یک جان ہیں مگر ان کے دل ایک دوسرے سے پھٹے ہوتے ہیں۔ یہ اس وجہ سے کہ یہ لوگ بے عقل ہیں۔

فَبَشِّرْ عِبَادَ الَّذِينَ يَكْفُرُونَ الْقَوْلَ يَكْفُرُونَ أَمْ أَنَا بَلَدٌ مُّحْدَمٌ (سورۃ زمر آیت ۱۸)

بشارت دو میرے ان بندوں کو جو قول کو سنتے ہیں اور اچھی بات کی پروا کرتے ہیں ان ہی کی اللہ نے ہدایت کی ہے اور یہی صاحب عقل ہیں۔

انسان پر اللہ تعالیٰ کا سب سے بڑا اکرم یہ ہے کہ اس نے انسان کو عقل عطا کر کے بند اور خدا کے درمیان اس کو محبت باطن قرار دیا کہ ربط اشیا کو دیکھ کر

اور وحدت نظام و دوام انتظام عالم کا اندازہ کر کے کوئی ذی عقل انسان وجود باری کا منکر نہ بنے اور پھر اس پر لطف الہی یہ ہے کہ انسانوں میں سے ان بندوں کو اختیار کیا جن کی عقل نابالغ وحی ہو کر کبھی ہو اور ہوس کا شکار نہیں بنیں۔ ایسے بے

الہ اور انسانوں کے درمیان محبت ظاہری قرار پائے۔ اس لئے درس سیاست انسان کو کتاب العقل سے شروع کرنا چاہیے۔ تاکہ عقل توحید کی طرف مائل ہو

اور پھر فلاسفہ کل اس انسان کو اپنی پسند و ناپسند اپنی خوشی و ندامت کے اسرار سے آگاہ کرے اور یہ علم و اطلالیہ آگاہی و خبر بندہ یحیٰ بنیاد انسانوں تک پہنچے پہلے

پہلے سادہ قوانین نظریات پر چلنے والا انسان بدعہدی، جھوٹ، ظلم، چوری، قتل کو برا سمجھے والا انسان بن حنیف کی طرف مائل ہوتا ہے اس لئے کہ عقلاً اسی میں اس کی اپنی اور جماعتی حفاظت اور ترقی کا امکان ہے۔

إِنِّي وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلدِّينِ مُطَرًّا الشَّوْكَتِ وَأَنَا مِنَ الْمُسْلِمِينَ (سورۃ الام آیت ۱۹)

میں نے نکل کے پروردگار کی طرف توجہ کی ہے اور میرا رخ صرف آسمان و زمین کے خالق کی طرف مستقیم ہے میں مشرک نہیں ہوں۔ ایک جہت راست ایک سمت صحیح جب خالق کے لئے ہو۔ اور انسان اسی سمت پر حرکت کرے تو اس

انسان کی حیات عقل کا آغاز ہوتا ہے اور یہی حیات عقل عصمت و طہارت کی زندگی بن کر حیات اخلاق و معنوی بن کر موت کے جنگل سے آزاد ہو جاتی ہے۔ زمان مکان



کی قید سے رہا ہو کر اس کا اثر لازماً محدود ہو جاتا ہے۔

اِنِّیْ ذَا حِیْبٍ اِلَیْ رَبِّیْ سَبِّحْهُنِیْنَ (سورۃ الصافات آیت ۹۹)

میں اپنے رب کی طرف جا رہا ہوں البتہ وہ میری ہدایت کرے گا۔ براؤ اذہرف  
ابراہیمؑ کی نہیں آل ابراہیمؑ کے ہر شخص کی ہے جو ظلم سے دور رہا جس نے غیر حق  
کی پرواہ نہ کی جس کو کوئی ڈر نہ ڈرانہ سکا۔ اور نہ ملامت کرنے والوں  
کی ملامت اس کو راہ حق سے ہٹا سکی اور وہ غیر ابراہیمؑ اور ان کے پیروں کا

قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَنُفْسِیْ وَنَکَاحِیْ لِلّٰہِ رَبِّیْ الْعَلِیْمِ الَّذِیْ لَا یُغْنِیْ عَنْکَ شَیْءٌ  
ذِہْدَ لَکَ اَمْرٌ وَّ اَنْتَ اَوَّلُ الْمُنْتَظَرِ (سورۃ النعم آیت ۱۶۳-۱۶۴)

میری نماز و دعا میری اطاعت میری موت میری حیات سب اللہ ہی کے  
لئے ہے جو عالمین کا رب ہے جس کا کوئی شریک نہیں اسی کا مجھے حکم دیا گیا اور  
میں پہلا مسلم ہوں۔ یہ تسلیم کی وہ منزل ہے جہاں ارادۂ محدود بشر ارادۂ لا محدود  
الہی کے تابع ہو گیا۔ اور یہی گذرگاہ ہے۔ جہاں تسلیم عقلی سے گذر کر انسان تسلیم  
قلبی کی منزل پر آتا ہے کہ سارے احساسات و عواطف تابع مرنی خالق ہو جاتے  
ہیں۔ اور مفادات ذاتی مصالح و فتنی اور تو جہات شخصی سے ایسا انسان بلند ہو کر  
ہر آن وہ ہر لحظہ مضوری خالق کی کیفیت کو محسوس کرتا ہے اس کا خواب و بیداری  
سب ایک ہو جاتی ہے جب وہ اپنے رب کی طرف جاتا ہے تو خداوند عالم اس کو  
ایک فرزندِ علیم کی بشارت دیتا ہے۔ اور جب وہ چلنے پھرنے کے قابل ہو جاتا ہے  
تو ابراہیمؑ جیسا باپ اپنے خواب کا تذکرہ کرتا ہے کہ گویا میں تم کو اپنے ہاتھوں سے  
ذبح کر رہا ہوں۔ گویا یہ خواب میں بیداری ہے کہ بیٹے نے جو خود بیٹے ہے یہ کہا کہ آپکو  
جو حکم ملا ہے۔ اس کو آپ پورا کریں۔ انشاء اللہ آپ مجھے ممبر کرنے والوں میں سے  
پائیں گے۔

مَدَّ صَدَقَتُ التَّوْبَةَ یَا اِنَّا کَذَلِکَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ اِنَّ هَٰذَا الْکُفُو النَّبِیَّ لَا

الْمُحْسِنِیْنَ وَنَدَّیْنَا بِمُحَمَّدٍ خَیْرًا (سورۃ العنکبوت ۱۰۵-۱۰۶)

تسلیم قلبی کا کمال یہ ہے کہ راہ حق میں مرنی حق کو پا کر سب کچھ قربان کر دیا  
جائے اور ہر قربانی پر قلب اس آواز کو سنتا رہے مَدَّ صَدَقَتُ التَّوْبَةَ یَا اِنَّا کَذَلِکَ  
نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ اِنَّ هَٰذَا الْکُفُو النَّبِیَّ لَا الْمُحْسِنِیْنَ وَنَدَّیْنَا بِمُحَمَّدٍ خَیْرًا  
مَدَّ صَدَقَتُ التَّوْبَةَ یَا اِنَّا کَذَلِکَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ اِنَّ هَٰذَا الْکُفُو النَّبِیَّ لَا  
بڑھنے والا سب کو چھوڑ کر اسی کی طرف جاتا ہے تو زمان و مکان سے بلند ہو کر  
قرب حق حاصل کرتا ہے۔ بَلَّیْ اَحْیَاؤُہُمْ لَیْزُ قُتُوْنِ آلِ اِبْرٰہِیْمَؑ میں مختصر  
ابراہیمؑ یعنی ذات ختمی مرتبت نے بھی چاہا کہ تسلیم کی منزل کامل ہو جائے اور  
جس کو وہ حینیت کی منزل عطا کریں اور جس کی شہادت ان کی اپنی شہادت ہے  
علی و عقلی کے لئے ضروری ہوا یہ کہ اس ذبح عظیم کے لئے پسند کریں۔ جس  
کی یاد آج مانتی جا رہی ہے۔ اور قیامت تک یہ یاد مانتی جاتی رہے گی۔ حسینؑ  
فاطمہؑ کے نورِ نظر حسینؑ، علیؑ کے لعلِ جگر حسینؑ محمدؑ کے نواسے حسینؑ نے یہ تسلیم  
میں بیعت بزیل سے انکار کیا۔ اور اِنِّیْ ذَا حِیْبٍ اِلَیْ رَبِّیْ سَبِّحْهُنِیْنَ بکھتے ہوئے  
۲۸ رجب ۶۰ھ کو مدینہ سے چلے۔ مال کی قبر، بھائی کی لحد، نانا کا مزار چھوڑا اور انکا  
پاس سے مدینہ میں رہ جانے والوں نے امام کو دیکھا کہ دیکھیں اب مسافر کب  
آتے ہیں۔ بو شہان کو حسینؑ ابن علیؑ کو پیچھے، اس خیال سے کہ حاکم وقت کی نگاہ  
ذاتی مفادات کے سلسلے میں مکہ کا احترام باقی نہ رکھے گی۔ اور کہیں خانہ خدا  
کی حرمت ضائع نہ ہو۔ حسینؑ ابن علیؑ ابن عباسؑ سے یہ کہہ کر چلے کہ مٹا کر بلا پہنچ  
کر وعدہ طفلی ادا کرنا ہے اور سہا قربانیوں کو پیش کرنا ہے۔ ۸ ذی الحجہ کو مکہ سے  
کوچ کیا۔ ۹ ذی الحجہ کو سفیر آل محمدؑ بن عقیل کے قتل کی خبر ملی۔ ۱۰ ذی الحجہ  
کو ہمیشہ تمار قتل کر دیئے گئے۔ ۱۲ محرم کو وعدہ گاہ پر فاطمہؑ کا لالہ پہنچا حسینؑ نے ایک



سوئے ہو کیا دھڑلے سے رخسار خاک پر  
اکبر اٹھو کہ گھوڑے سے گرنا ہے اب پدر  
بھولے پدر کو نیند میں قربان آپ کے  
آؤ نماز عصر پڑھو ساتھ باپ کے  
پھر دریا کی طرف دیکھا اور آواز دی۔

عباسؑ نامدار ترانا سے اللہ کے آؤ  
پہنکتا ہے تلپٹیل ہے ہیں سب کے گھاؤ  
چھوڑو میری زندہ بہ جو پانی کہیں سے پاؤ  
چلتے ہوئے عدم کے سفر سے مل تو جاؤ  
ہم سب کے کام آئے ہیں پیٹے ہیں روئے ہیں  
بارہ پہر ہوئے کہ نہ یلے نہ سوئے ہیں

خیمے میں کھرام چھا ہوا تھا۔ سب کو امر بہ صبر فرمایا۔ عابد بیمار کے سر ہانے  
آئے۔ ان کو خدا حافظ کہا۔ زینبؑ کو دیکھ کر بولے۔ ہم نے قافلہ کو مدینے سے کربلا تک  
پہنچایا ہے۔ اب تمہارا کام ہے کہ تم اس قافلے کو شام اور شام سے مدینے جاؤ اور  
جب مدینہ جانا تو میرے نانا کو میری طرف سے سلام کہنا اور یہ کہنا کہ حسینؑ نے  
اپنے وعدے کو پورا کیا۔

سب کو خدا حافظ کہا خیمے کے پردے کے قریب آئے۔ آواز دی کوئی ہے  
ہماری سواری لانے والا؟ کوئی نہ تھا۔ گھوڑا گردن ڈالے قریب آیا۔ آپ سوار ہوئے  
ناگاہ ایک بچی کی آواز آئی۔ ٹھہرو بابا! حسینؑ گھوڑے سے اتر پڑے بچی کو پیار کیا  
اور کہا سکینہ، عینی یعنی لعلی! آئیٹک بالما عر مجھے چھوڑ دو۔ میں شاید پانی لاسکوں۔  
بچی نے باپ کو خدا حافظ کہا دم بخود دروازہ خیمہ پر کھپ کھڑی ہو گئیں۔ اس

بستی بانی خیمے لب ہوئے۔ لہر محرم سے لشکر آنے لگے۔ محرم کو پانی بند ہوا گرمی  
کے دن بچوں کی پیاس، ماؤں کا رونا، گودیوں کے فانی ہو جانے کا خوف، غرض ہا  
حق کے مسافر کے لئے ہر قدم پر صعوبتیں تھیں اِنِّی وَجَّهْتُ وَجْہِی لِلذِّیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ  
وَ الْاَرْضِ نوین محرم کو حسینؑ لشکر اعدا میں گھر گئے۔ ایک رات کی ہلکت اور دی۔  
شاید کوئی مرد آزاد فکر حق کی طرف آکر شالی نمونہ بن جائے سویں محرم کی صبح سے  
لڑائی شروع ہوئی۔ ہزاروں تیر پہلے ہی حملے میں لشکر مخالفت کی سمت سے چلے  
۲۲ انصار وہیں ٹوٹ کر مر گئے پھر بچپن کے ساتھی چلے طفلی کے رفیق چھوٹے۔  
عزیز دل کی باری آئی۔ بچپن پاک کے منادے کربلا میں موجود تھے حسینؑ ابن  
علی خنی مرتبت کی منادگی کر رہے تھے علی اکبرؑ حسینؑ کے منادے تھے عباسؑ علی  
کے اور قاسمؑ امام حسنؑ کے فرائض انجام دے رہے تھے۔ فاطمہؑ کی کتابت زینبؑ  
کر رہی تھیں علی اکبرؑ میدان میں گئے حسینؑ نے صبر کی داد دی اور بیٹے کی لاش خود  
اٹھا لائے۔ قاسمؑ ابن حسنؑ کی لاش پامال ہو چکی تھی حسینؑ نے اس کو رکھ کر حب  
میں اٹھایا۔ حبیبوں کی لاشیں آئیں تو زینبؑ نے شکر کا سجدہ ادا کیا۔ عباسؑ درخت  
پر تلخ گاڑ کر سو گئے۔ جھجھکے کا بچہ علیؑ منتر تیر کا نشانہ بنا۔ مفتل میں اس کی تبر بنادی  
عصر کا وقت آتا ہلا۔ حسینؑ امین علیؑ ذبیح عظیم کی منزل پر آئے۔ دعائے ابراہیمؑ اور  
محمدؑ کی تکمیل کا وقت آیا۔ رک کر لاشوں پر نظر کی آواز دی۔

یا ابطال الصفا و یا فرسان الصیحابانی

انادیکم فلا تجدیونی۔ انامن ہامو ینفونہ

میرا نہیں کہتے ہیں۔

ناگاہ سوئے لاش پر سر جا پڑی نظر

فرماتے سر کو پیٹ کے سلطان مجر دہر



## صبر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

وَالْعَصْرِ  
إِنَّ الْإِنْسَانَ لِرَبِّهِ خَسِرٌ إِلَّا الَّذِي تَنَصَّلَ وَتَوَضَّعَ  
وَلَوَّاهُ بِأَفْئِذِهِ فَتَوَضَّعَ (سورۃ العصر)

شرافت انسان کا اعلان کرتے ہوئے قرآن نے بعض ایسے فضائل معین کر دیئے اور بعض ایسی خصوصیتوں کا انان کے لئے وجوب ثابت کیا کہ جن کے فضائل و خصوصیات کی بنا پر انسان کی انسانیت ساری موجودات میں محلِ ذکر و فکر بن گئی، ان تمام فضائل نفسی، ان تمام حسنات و کمالات نفسِ انسانی میں ایک اہم منزل ایک اہم منزلت ایک اہم مقام شرافت صبر قرار پایا۔ صبر صرف انسان ہی کے لئے ہے۔ نہ حیوان کے لئے یہ لفظ استعمال ہوتا ہے، نہ فرشتوں کے لئے۔ حیوان کے لئے یہ استعمال اس لئے نہیں ہو سکتا کہ صبر بدون تعقل نہیں، صبر بغیر علم نہیں جتنا علم کمال پر جائے گا اسی قدر صبر منزل تکمیل پر پہنچے گا۔

اور پھر صبر قیام ہے یعنی ایک لشکر کا دوسرے لشکر کے مقابل میں قیام کرنا صبر ہے، یعنی باطل کے مقابلے میں حق کا قیام صبر ہے کذب کے مقابل میں صدق کا قیام صبر ہے، ظلم کے مقابل عدل کا قیام صبر ہے، ناحق کے مقابل میں حق کا قیام صبر ہے، کیونکہ حیوانیت کے لئے بہیمیت کے لئے نہ علم ہے اور نہ قیام تصور میں آ سکتا ہے۔ اس لئے حیوانیت کے واسطے یہ صفت کبھی مذکور نہیں ہوتی۔

اور ملائکہ کے لئے لفظ صابر اس لئے نہیں آیا کہ ملائکہ ہر آن مقامِ تقرب میں جمالِ حضرت احدیت میں فیضِ باب و فیضِ کام ہیں۔ وہاں نہ شہوات ہیں نہ خواہشات

اس انتظار میں کہ باپ آئیں گے۔ جین گئے مگر ملک میدان میں شام ہو گئی۔ حسین نہ آتے نیچے جھے، بچوں نے طلبہ کھائے۔ گھر میں نہیں آئے۔ اندر سیر ہو گیا علی کی بڑی بیٹی نے بچوں کو جمع کرنا شروع کیا۔ جب باہر میدان میں سب ایک جگہ جمع ہوئے تو زینب نے دیکھا کہ سکنہ نہیں ہیں۔ ہر طرف آواز دہی ہوتی چلیں۔ سکنہ، سکنہ، دریا پہ جا کر پکارا عباس! کیا وہاں سکنہ آتی ہے۔ فضل میں آئیں۔ پکی کو پکارا۔ آواز آئی آہستہ بولو بہن۔ سکنہ یہاں ہمارے سینے پر سو رہی ہے۔ زینب نے سکنہ کو چونکایا شانہ ہلا کر کہا چلو بچے اکیلے نہیں سوتے۔ گھر آ کر کھانا کھا لیں! میرے بابا اکیلے ہیں۔ دیکھو اللہ نے انہیں کھانا کھانے سے روک دیا۔ (شعرا)





ہیں کہ ان پر قابو پانے کے لئے صبر کی ضرورت ہے۔ اس لئے ملائکہ سے صفت خواہش کو لے کر اس صبر کو ضروری نہ جانا۔ یہ فقط ایک انسان ہی ہے جس کے لئے صبر لازم قرار پایا۔ اور اس لئے لازم قرار پایا کہ اگر مصیبت پر مردوں کی طرح صبر نہیں کرتا تو احمقوں کی طرح مصیبت کو بھلانا پڑتا ہے۔

ایک عظیم منزل ہے صبر کی یہ غیب صفت ہے جس کا ان مجید نے ۱۰ سے زیادہ مقامات پر صبر کا ذکر کیا ہے۔ انبیاء کے ساتھ اس صفت کو وصف کیا اور برائی کا تذکرہ کرتے ہوئے اس کی بزرگی کی صفت صبر کو ظاہر کیا ہے جو ہے کہا اِنَّ اَوْجِدَہُ صَدِیْرًا دَسَدَہُ مِنْ آیۃ ۴۴ ہم نے اس کو صابر پایا ختمی مرتبت کے لئے ارشاد ہوا۔ فَاصْبِرْ لِحُکْمِ رَبِّکَ ۚ اُولَٓئِکَ الْمُؤْمِنُیْنَ دُوسرے مقامات آیت ۵۱ اِیْضًا صبر کو اسی طرح صبر کی صفت صبر کی طرف اشارہ کیا ہے تو آپ نے دیکھا کہ فقط انسان کی شرافت صبر نہیں ہے بلکہ اولی العزم کا کمال اور ان کے چچانے جانے کی ایک صفت صبر ہے انبیاء پر چچانے جانے ہیں صبر۔

باپ نے بیٹے کو خواب سے آگاہ کیا، بیٹا بھی بنی، باپ بھی بنی بیٹا نبوت کی اس منزل پر فائز ہے کہ فرمایا کہ ہم نے بچپن ہی میں اسے قوتِ تسلط عطا کر دی تھی، جب باپ نے بیٹے سے کہا یٰ بُنَیَّ اِنِّیْ اَمْسٰی فِی الْکَلَامِ اِنِّیْ اَذْجُکَ فَاَنْظُرْ مَا دَاخِرُیْ دوسرے مقامات آیت ۵۱ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میں تم کو ذبح کر رہا ہوں، بتاؤ تم کیا سمجھتے جو تہاری رائے کیا ہے، بتاؤ تہاری مرضی کیا ہے تو بیٹے نے کہا یٰ اَبَتِیْ اَفْعَلْ مَا لَوْ کُنْتُ مُسَجِّدًا فِیْ اَنْتَا وَ اللّٰهُ مِنْ الشَّیْطٰنِ دُعا ۵۲ بابا جو حکم ملا ہے اس پر عمل کیجئے اللہ نے چاہا تو آپ مجھے صبر کرنے والوں میں پائیں گے، کوشش نہ میری ہوگی مگر صبر چاہنا اس کا ہے۔ اگر یہ نبی کی زبان ہے اللہ نے چاہا تو آپ مجھے صابروں میں سے پائیں گے۔

حضور ختمی مرتبت نے ارشاد فرمایا صبر کی دو قسمیں ہیں، دوسری ہیں ایک

کہ صبر کرے اس چیز پر جو کچھ پسند نہ ہو، بات تکلیف دہ ہو اور وہ بات سامنے آئے تو صبر کرے، دوسری یہ کہ کوئی چیز ہے تو بہت پسند کرتا ہے نہ ملے تو نہ ملنے پر صبر کرے فرمایا: یاد رکھو صابر کے لئے خطر لازمی ہے۔ صابر کی فتح اور کامیابی لازم ہے اگرچہ زمانہ طول کھینچ جائے۔ زمانہ طولانی ہو جائے مگر جب بھی صابر کا ذکر آئے گا خطر اور فتح کے لئے ہوگا، نصرت و کامیابی کے ساتھ ہوگا۔ اس کی نصرت و کامرانی ہمیشہ خود اس کے صبر میں رہے گی۔ فرمایا: یاد رکھو مردانہ وار صبر کرنا سیکھو ورنہ نڈرتا ہوا زمانہ خود مصیبتوں کو بھلا دیتا ہے۔ جب بھولنا ہی ہے مصیبت کو تو ایک حق کیوں نہیں پیدا کرتے صبر کر کے۔ یہ وہ منزل ہے جہاں معصوم صبر کو سمجھنا چاہتا ہے۔ صبر کی تعریف فرما رہا ہے کہ صبر جو ہر انسان ہے۔ قرآن مجید میں عجیب مقامات پر صبر کا ذکر آیا ہے۔ سورۃ بقرہ سے مسلسل صبر کی آیتیں شروع ہوتی ہیں۔ ارشاد ہوتا ہے اَصْبِرْ لِحُکْمِ رَبِّکَ ۚ اُولَٓئِکَ الْمُؤْمِنُیْنَ دوسرے مقامات پر صبر کا ذکر آیا ہے۔ سورۃ بقرہ ۱۵۳ مدد طلب کر دوسرے اور صلوة سے اور اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔ مع المعصین نہیں کہا۔ غیب منزل ہے معنی یہ نہیں کہ صلوة کا درجہ کچھ کم ہے۔ نہیں آغاز صلوة صبر ہے۔ قیام صلوة صبر ہے نماز کو قائم نہیں کر سکتا مگر صابر۔

اب جو کوئی کسی چیز سے کہے اَشْهَدُ اَنْتَ قَدْ اَقَمْتَ الصَّلٰوۃَ (زیارت تاجید) میں گواہی دیتا ہوں کہ تم نے نماز کو قائم کیا تو اس کے معنی یہ ہیں کہ تو صابر تھا۔ تجھ سے بڑھ کر صابر نہیں ہو سکتا، اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ اللہ صابرین کے ساتھ ہے۔ اس کی معیت قیومیوں تو ساری کائنات کے ساتھ ہے مگر یہ کہنا کہ ہم صبر کرنے والوں کے ساتھ ہیں اس کے معنی ہی یہ تھے کہ اس کی مخالفت میں قیام کرے گا جو صبر کی مخالفت میں اعلانِ جدال کرے گا ہم اسے پسند نہیں کریں گے ہم اسے محبوب نہیں رکھیں گے، ہم کبھی نہیں چاہیں گے کہ ہمارا بندہ تو ہیں اٹھائے ذلت پائے، ہمارا جدہ نگاہِ خلق میں سبک قرار دیا جائے، ہم ساتھ میں صبر



کرنے والوں کے، ہماری قیامت ساتھ ہے۔ ممکن ہے تو شہید ہو جائے مگر جب تک ہم چاہیں گے تیرا نام رہے گا۔ اور فوراً کہا: **وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْواتٌ طَبَعًا أَمْواتٌ وَلَٰكِن مَّتَّوْا** (سورہ بقرہ ۱۵۴) اور خبردار یہ نہ کہنا کہ مردگان راہ خدا کشمکش میں ہیں، مردہ ہیں، نہیں وہ زندہ ہیں لیکن تم کو شعور نہیں ہے۔ تم نہیں جانتے ہو اور یہ طے ہو چکا ہے کہ ہم امتحان لیں گے، ہم بغیر امتحان کے کس کو نہیں چھوڑیں گے۔ ہم نے کسی کو بھی بغیر امتحان کے نہیں چھوڑا ہے۔ **وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْأَمْوَالِ وَالْأَنْفُسِ وَالثَّمَرَاتِ** طو بَشِّرِ الْقَبِيرِينَ (سورہ بقرہ ۱۵۵) ہم امتحان لیں گے۔ خوف سے بھوک سے، اموال اور جانوں اور ثمرات کے نقصان کے، ہم امتحان کی منزل پر جب پہنچا دیں گے تو غوطہ خیزی سادو صبر کرنے والوں کو کہ **الَّذِينَ إِذَا أَصَابَهُمُ مِّصْبَةٌ قَالُوا إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاٰجِعُونَ** (سورہ بقرہ ۱۵۶) جو مصیبت پڑنے کے وقت کہتے ہیں کہ بے شک ہم اللہ کے لئے ہیں اور ہم اس کے حضور میں پلٹ کر جانے والے ہیں۔ جب ان پر کوئی مصیبت پڑتی ہے تو ان کو دباؤں کا احساس ہوگا، ایک یہ امر کہ جس کی ملکیت میں ہوں، مابرایہ احساس ہو تا ہے کہ مجھے یہاں رہنا نہیں ہے پہلے احساس کے لئے کہا **إِنَّا لِلَّهِ**، ملکیت اس کی ہے اور چونکہ رہنا نہیں ہے، اس لئے کہا **وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاٰجِعُونَ** یہ وہ منزل ہے جہاں مابروں کو بشارت ہو **أُولَٰئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَواتٌ مِّن رَّبِّهِمْ وَهُمْ مُّسْتَمِرُونَ** (سورہ بقرہ ۱۵۷) انہی پر صلوات انہی پر درود ان کے رب کی طرف سے اور رحمتوں کا نزول ہمیشہ ہوتا رہتا ہے۔ اللہ کی راہ میں قتل کر دیئے جائیں تو آپ نے دیکھا کہ ان کا مقام صبر یہ ہے کہ معیت خداوندی سے صابر رہیں۔

صبر شان نبوت ہے اولو العزم انبیاء کی فضیلت صبر ہے۔ اور آگے بڑھیے **وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ أَئِمَّةً يُّخَدِّوْنَ بِأَمْرِنَا لَمَّا صَبَرُوا** طو **وَكَا لُوا بِأَيِّئِنَّا لَوْ قُوتُونَ** (سورہ

سجدہ ۲۴) ہم نے ان کو امام بنایا ہے تاکہ وہ ہدایت کریں اس لئے کہ وہ صابر تھے۔ تو صبر نبوت کے لئے بھی لازم ہے، صبر امامت کے لئے بھی لازم ہے، صبر نبوت تو نہ نبوت ہے، صبر نہیں تو نہ امامت ثابت ہے، مقام نبوت و امامت کے لئے ضرورت ہے صبر کی۔ اور اس لئے راہ حق میں قیام کرنے والا حق کا اعلان کرے کہ ہر مصیبت کو جھیلوں کا اعلان کو واپس نہیں لوں گا۔ قدم پیچھے نہیں ہٹیں گے جو کہ رہا ہوں یہی کپڑا گا، مہجڑاؤں گا، یہی کہوں گا، یہ ہے منزل صبر!

یہی نہیں کہ انسان چپ ہو جائے، یہی نہیں کہ خاموشی اختیار کرے، یہ صبر کی ایک صورت ہوگی مگر نہیں جس راہ کو طے کیا اور سوچ سمجھ کر طے کیا اور کہا نہیں امت کے لئے، ملت کے لئے یہی راہ مناسب ہے تو اس راہ پر رکت جانا، اڑھانا صبر ہے۔ غور سے سمجھ لیجئے کہ جنگ میں بھی صبر ہے صلح میں بھی صبر ہے، صلح حدیبیہ پر سسل اعتراضات ہو رہے تھے کیا کیا آپ نے؟ آج ہم قوی ہیں مگر صابر تھے حضور وہ نبوت کا صبر تھا۔ صلح حدیبیہ پر ہزاروں اعتراضات ہو رہے تھے۔ مگر صبر نے راہ متعین کر دی تھی کہ اس راہ سے جانا ہے کہ بلا کو۔ دنیا جو چاہے کہے مگر اس قافلہ کو اس راہ سے ہی کر بلا جانا ہے۔ یہ امامت کا صبر ہے۔

ظاہر ہے کہ دنیا جانتی ہے صابر حسینؑ محمدؐ کے نواسے کو، وہ جس نے اپنے صبر کی طاقت سے دنیا پر یہ واضح کر دیا کہ ہم نہ اپنے قول کو بدلتے ہیں نہ اپنے کلام میں تغیر پیدا کرتے ہیں۔ نہ اپنے ثبات قدم میں لغزش کو آنے دیتے ہیں، یہ کہہ دیا کہ اطاعت رسولؐ کا قلاوہ گلے میں ہے۔ اب کسی کی بیعت ممکن نہیں۔ رسولؐ زندہ ہے اس کا کلمہ پڑھ رہے ہیں۔ اب کسی اور کا کلمہ کیا پڑھا جائے گا، انکار کر دیا انکار پر اڑے رہے اور اس قیام کا نتیجہ کر بلا ہے اور اس قیام کا نتیجہ شہادت حسینؑ ہے۔



اس معرکے میں اس صبر کے مظاہرے نے یہ بتا دیا نذر رسول کا جب نام آئے گا تو صابرین کی فہرست میں کسی ایسی منزل پر آئے گا جہاں آداب بندگی کو ملحوظ رکھتے ہوئے یہ عرض کروں گا کہ اگر ختمی مرتبت کا نام آ رہا ہے صابرین میں آپ نے فرمایا کہ ”جو تکلیف مجھے دی گئی وہ تکلیف کسی نبی کو نہیں دی گئی“ تو پھر اس کا یقین رکھیے کہ ختمی مرتبت کے ساتھ ساتھ حسین کا بھی نام آئے گا۔

صبر سے پاس استدلال ہے، علمائے اسلام نے لکھا کہ نواسے کو دیکھ کر کہتے تھے کہ یہ منیت کی منزل پر ہے۔ حسینؑ مجھ سے ہے اور میں حسینؑ سے ہوں۔ تو اس منیت کی منزل پر صبر رسولؐ صبر حسینؑ ہے۔ میں اور آگے بڑھوں نہیں صبر حسینؑ اسی لئے ہے کہ تقاضائے رسالت یہی ہے، دینا سے جاتے مجھے کہا بیٹا میں دیکھ رہا ہوں کہ لوگ تیرے سر کو تحفہ پزیرد کے پاس لے جا رہے ہیں، حسین صبر کرنا، قافلہ کے لال نے صبر کیا۔ اولین و آخرین میں کسی نے اس طرح صبر نہیں کیا۔ محمدؐ کے نواسوں کو ہی اس کا حق پہنچتا تھا کہ وہ صبر کریں اور بقائے اسلام کی فکر اعلیٰ کلمہ حق کا انتظام کریں۔

صبر کی تین منازل ہیں۔ معارف احوال اور افعال میں معارف کی شکل یہ ہے، کہ اصول احوال کی صورت یہ کہ اصول پر یقین افعال عمل کی منزل میں معارف شجر، احوال ڈالیاں، افعال اس کے پھل، صبر کا عالم یہ ہے کہ معارف کی منزل پر اصول سے پٹا ہوا ہے۔ احوال کی منزل پر یقین سے پٹا ہوا۔ اور افعال کی منزل پر عمل کر کے دکھلا رہا ہے کہ دیکھو تیرے تیغ یوں ہوتے ہیں میرے تیغ سے کہتا

زیر شمشیر ستم میرے پنا کیسا

سبھی تسلیم محبت میں ہلا یا نہ گیا

حضرت موسیٰؑ اولوالعزم ہمچیز ہیں انھوں نے خضرؑ سے پوچھا آپ مجھے تعلیم دیں

تھے، خضرؑ نے جواب دیا اِنَّكَ لَمَّا تَتَّبِعُنِيْ مَعِيَ مَبْنُوْا (سورہ کہف، ص ۶۷) تم میرے ساتھ صبر نہ کر سکو گے۔ بنی اولوالعزم نے کہا ”کیوں میں صبر نہ کر سکوں گا“ خضرؑ نے جواب دیا ”كَفَّ قَضِيْرُ عَلٰی خَالِمٍ حَقِيْدٍ“ (خضرؑ آسورہ کہف، ص ۶۸) وہ صبر کیا کرے گا جس کو علم نہ ہو، جس کو عواقب و انجام کا علم نہ ہو، وہ صبر کیا کرے گا۔ صبر کامل ہوتا جاتا ہے علم کے کمال کے ساتھ حسینؑ نے محمدؐ کی زبان چوس کر پرورش پائی، اس لئے حسینؑ جان رہے تھے کہ انجام شہادت کیا ہے۔

اس شہادت کا حاصل کیا ہے، اس شہادت کا اثر تاریخ پر کیا پڑے گا۔ آنے والے مسلمانوں پر کیا پڑے گا، قیامت تک یہ شہادت کس طرح محفوظ رہے گی ذکر، فکر اور شعور کے اعتبار سے بہر حال جو حسینؑ نے سوچا وہی ہوا، یہ صابر کا علم تھا۔ آخری منزل یہ ہے کہ صبر آغاز اور صبر انجام، بہنوں سے رخصت ہو کر، بیٹوں سے رخصت ہو کر چلے تو صبر اور شکیبائی کی وصیت کر کے چلے ”وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ مَهْنِ صَبْرِكُمْ“ (عابدین صبر کرنا، صبر کرنا، صبر کا حکم قرآن میں آگیا۔ وَالْعَصْرِ عَصْرُ كِيْفَسْمِ، اِنَّ الْاِنْسَانَ لِرَبِّهِٖ لَكَنَ خَسِرٌ اِنَّا الْاِنْسَانَ اُسُوْا اَوْ سَهِلُوْا الْفُسْلٰتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ مَهْنِ صَبْرِكُمْ“ ایمان اور عمل صالح کرنے والے اور حق اور صبر کی وصیت کرتے رہے وہ خسار کے میں نہیں ہیں۔

یہ تھا حسینؑ کا عمل صالح، آخری سجدہ کیا نینو کی سرزمین پر ذات واجب کی بارگاہ میں۔ یہ منزل ہے دیکھا آپ نے۔ پہلے صبر پھر صلوة۔ صابر نے سجدہ کیا تو سر رکھتے ہی آواز دی ”یا غیاث المستغیث“ تیرے امتحان میں صابر ہوں۔ تیری مشیت کو تسلیم کر رہا ہوں۔ تیرے حکم کو مان رہا ہوں تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔ اے بے پناہوں کو پناہ دینے والے، حسینؑ تیری بارگاہ میں آ رہا ہے۔ تاریخ یہ لکھتی ہے کہ آخری سجدے میں یہ آخری الفاظ ادا کئے۔ محرم کی دسویں شعبہ ہے، عمر کا وقت ہے آفتاب ڈوبنے کے قریب ہے ایسے میں معلوم ہوا کہ زمین لرزنی



## ہدایت الہی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ اَشَاءْتَ وَلَكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ وَهُوَ الْعَلِیْمُ

پَا الْمُفْتَدِیْنَ (سورہ قصص آیت ۵۶)

یہ آیت علمائے اسلام میں ایک اختلافی مسئلہ بن کر رہ گئی۔ اور اس آیت کا ترجمہ یہ ہے کہ آپ اس کی ہدایت نہیں کر سکتے جس کو آپ دوست رکھتے ہوں جس سے آپ محبت کرتے ہوں، لیکن خدا اس کے لئے چاہتا ہے ہدایت کے ور وارنے کو قبول دیتا ہے وہ بہتر جانتا ہے کہ ہدایت یافتہ کون ہے۔

صاحبِ کشف زحمتی نے بڑا درجہ قلم صرف کیا کہ اجماعِ مسلمین ہے کہ یہ آیت حضرت ابوطالب کے لئے ہے، جن کے لئے سینہ نبی کی بڑی خواہش تھی کہ وہ ہدایت پا جاتے مگر یہ کہ وہ ہدایت نہ پاسکے اور ان کے لئے یہ آیت آئی ہے۔ ہم اس سے پہلے بھی اس موضوع پر روشنی ڈال چکے ہیں اور بشرطِ توفیق الہی اس سلسلے میں تفصیلی بحث کی ضرورت ہے اس لئے میں آپ کو معلوم ہے قرآن مجید کی کوئی آیت جو اس کی تفسیر کا طریقہ یہ ہے کہ اجتہاد صحابہ یہ فیصلہ کریں کہ یہ آیت کہاں اور کب، کیسے کس طرح اور کس کے لئے نازل ہوئی اس سورہ قصص کی آیت کے سلسلے میں سلسلہ روایات یہ ہے۔ ابوہل سہری روایت

جلی گئی کائنات میں تہلکا مچا رہا۔ ایسا معلوم ہوا کہ ہوائیں تند ہو گئیں۔ ایسا معلوم ہوا کہ آفتاب کو گہن لگ گیا۔ ایسا معلوم ہوا کہ اندھیرا چھا گیا۔

گھبرا کر علی کی بیٹی نے عابد بیمار سے کہا کہ بیٹا! یہ کیسا ہو رہا ہے۔ جواب دیا مجھ کو بھی اماں ذرا میرا ہاتھ تھام کر مجھے نیچے کے در تک لے جائیے۔ پہنچایا، پردہ اٹھایا۔ عابد بیمار نے سر بلند کر کے کہا بابا عابد بیمار کا سلام ہو، مظلوم نے، بیمار نے صابر نے صابر کو سلام کیا۔ قیامت کی شام ہے، شام غریبوں اور دروہوں میں لفظ عام ہے۔ مگر جہاں جا کر اطلاق انطباق پایا گیا وہ نینوا کی زمین تھی۔ کربلا کی سرزمین پر دینا نے دیکھ لیا کہ حقیقت میں صبر کرنے والے ایسے ہوتے ہیں۔

اور اب یہ آخری منزل ہے صبر اور اس گھرانے کا بہتر ہاں وارث۔ قتل ہو گئے، ہاں نیچے جل چکے، بچوں نے طہانچے کھائے، سیدانیاں لٹ چکیں، مگر اب صبر کا کمال دیکھو کہ کسی نے آکر شہزادی زینب سے کہا بی بی یہ اعلان کر دیا گیا ہے کہ سردار ان لشکر و قبائل اپنے اپنے لشکر و قبائل کے سرداروں کی لاشوں کو ہٹالیں اس لئے کہ ایک غریب کی لاش گھوڑوں سے پامال ہونے والی ہے۔

ایک ایک کا لاشہ اٹھایا گیا، مڑکے قبیلے کے لوگ بھی تلواریں بھراتے ہوئے اور یہ بکتے چلے کہ جس کے وارث زندہ ہوتے ہیں وہ یوں لاشے اٹھاتے ہیں۔ اب ایسے میں زینب کے صبر کا اندازہ کرو عابد بیمار کے صبر کا اندازہ کرو کہ بچوں سے کہتے جاتے تھے کہ گھبرانائیں۔



کرتے ہیں عبدالقدوس دمشقی سے اور عبدالقدوس دمشقی روایت کرتے ہیں  
ابوصالح سے اور ابوصالح روایت کرتے ہیں عبداللہ ابن عباس سے کہ وہ  
کہتے تھے کہ یہ آیت حضرت ابوطالب کے لئے نازل ہوتی ہے۔ یعنی خنی مرتبت  
نے بے صدا امر کیا کہ وہ سمان ہو جائیں لیکن نہ ہوئے۔ آیت نے صاف کہا  
دیا کہ اسے رسولؐ یہ تمہارے بس کی بات نہیں ہے۔

اب اس سلسلے میں ذہبی جو رجال کا سب سے بڑا ماہر ہے سارے عالم  
اسلام کا میزان الافعال اس کی کتاب کا نام ہے اس کتاب میں اس نے  
نقد و نظر سے کام لیا ہے کہ کون راوی کذاب ہے۔ کون راوی کمزور ہے  
کون راوی ضعیف ہے، کون راوی ثقہ ہے، کون راوی مضاعف ہے۔ ساری  
چیزیں ہیں ذہبی نے بحث کرتے ہوئے لکھا کہ ابوسہیل سری کیا یہ مشہور تھا کہ  
وہ جس محفل میں بیٹھے حدیث کو کھنی طریقے سے بیان کرتے۔ یعنی ایک ہی حدیث  
کو الفاظ بدل بدل کر بیان کرتے، مختلف طریقوں سے حدیث بیان کرتے، یعنی  
ایک طریقہ دوسرے طریقے کی مدد پر تاتھا۔ ذہبی نے کہا کہ ابوسہیل سری و ثقاف  
ہے، یعنی حدیث وضع کرنے والا۔ ذہبی نے صاف صاف لکھا کہ یہ کذاب ہے،  
اب دوسرے راوی ہیں عبدالقدوس دمشقی، ذہبی نے ان کے متعلق کہا کہ کسی  
معتبر محدث نے ان سے روایت نہیں کی، علم رجال کے کسی ماہر نے ان کو ثقہ نہیں  
مانا۔ یہ اپنی مرضی سے احادیث کو ڈھالنے کسا ہر تھے۔ ان کا شمار بھی کا ذہبی  
میں ہے۔ اور اب تیسرے راوی ابوصالح ہیں، ذہبی نے کہا سربازانہ کھڑے  
ہو کر ڈاکہ ڈال بہتر ہے بجائے اس کے کہ ان سے روایت کی جائے۔ ان کے  
متعلق یہ ہے کہ یہ روایتوں میں چوری کرنے کے عادی ہیں، کچھ ادھر سے  
لے لیا اور کچھ ادھر سے لیا۔ اور پانچویں راوی عبداللہ ابن عباس ہیں، ان کا حال

یہ ہے کہ یہ اسی سال پیدا ہوئے جس سال ابوطالب کا انتقال ہوا، ہجرت  
سے تین برس پہلے یہ پیدا ہوئے، جو بچہ ابھی پیدا ہوا ہے اس کو کیسے خبر ہے کہ  
یہ آیت کس کے لئے نازل ہوئی ہے۔

اب یہ ہم نے رجال کے اعتبار سے پوری روایت کی شخصیں کی اور نقد و نظر و  
تصریح کیا۔ اگر آپ یاد رکھ سکیں اور آپ کا حافظہ ساتھ دے تو یاد رکھئے کہ پہلا  
راوی ابوسہیل سری، دوسرا راوی عبدالقدوس دمشقی، تیسرا راوی ابوصالح،  
چوتھا راوی عبداللہ ابن عباس، کس اعتبار سے اس حدیث کو معتبر سمجھا جائے  
تین راویوں کا ذکر تو ہو چکا۔ اب دوسرے اس سلسلے میں روایت ہے عبداللہ  
ابن عمر سے یہ ابوطالب کے انتقال کے وقت پانچ برس کے ہیں، یہ بھی کیسے  
جانتے ہیں کہ یہ آیت کس کے لئے ہے۔ اب اس روایت کا سلسلہ ابوسہیل سے  
ابھی بیان کیا جاتا ہے، ہجرت سے تین برس پہلے ابوطالب کا انتقال ہوا، اس  
کے بعد ہجرت ہے، ہجرت کے بعد مدینہ، مدینہ کے بعد اہد ہے، اہد کے بعد  
خیبر ہے۔ ابوسہیل مدینہ میں مسلمان ہوئے ہیں۔ جو خیبر میں مسلمان ہوا وہ ابوطالب  
سے لے لیا جاسکتا ہے۔ ان کا ابوطالب کے لئے کوئی حکم لگانا ہمارے لئے مندر  
نہیں ہے۔

جو تھی چیز حیب بہ لئے پاپکا کہ بھیا کہ کیا کہ اگر اب ان میں سے ہے کہ یہ  
آیت ابوطالب کے لئے آتی ہے تو اس اجماع میں المیہ کی احادیث بھی شامل ہیں یا  
نہیں؟ اگر المیہ میں داخل نہیں تو اجماع ثابت نہیں ہے۔ اور اگر المیہ داخل  
ہیں تو انہوں نے اول سے آخر تک یہ کہنے کی کوشش کی ہے، ابتداء سے انتہا  
تک یہ بنانے کی کوشش کی ہے کہ نہ صرف ایمان مقابلہ ابوطالب ایمان میں کامل و  
اکمل تھے، اور جو چیز یاد رکھنے کے قابل ہے انہیں علیہم السلام نے کہا کہ مسلمان اک



جتنے بھی عالم گزرے ہیں یہ بھی ایک کڑی ہیں اس سلسلے کی یہ بھی ہمارے مشہور عالم ہیں۔ علامہ مہی ہے اور آگے اور شیخ الطائفہ محمد ابن حسن طوسی کے پہلے فقار ابن موسیٰ نے ایک کتاب لکھی "ایمان ابو طالب" کتاب لکھ کر ابن ابی الحدید معتزلی کے پاس تحفہ بھیج دی۔ اگلے زمانے میں پریس تو نہیں تھا، کتابیں ہاتھ سے ہی لکھی جاتی تھیں، شاگرد لکھتے اور علماء ایک دوسرے کو تحفہ بھیج دیتے تھے، تاکہ ان کی رائے معلوم ہو، جب کتاب ان کے پاس پہنچی تو ابن ابی الحدید معتزلی نے کتاب دیکھ کر کہا کہ ان مباحث کے بعد میں مفید نہیں کر سکا کہ ابو طالب کے لئے کیا رائے قائم کی جائے۔ تراخوں نے وہی فیصلہ کیا جس کی طرف میں دعوے رہا ہوں۔ تراخوں نے کہا کہ انجام کی بات تو چھوڑو، سیدھی بات یہ ہے کہ ان کے آغاز کو تو دیکھو۔

وَلَوْلَا أَبُو طَالِبٍ وَارْتَبَا

لِامْتِنَانِ الدِّينِ شَخْصًا فَقَامَا

اگر ابو طالب اور ان کا بیٹا نہ ہوتا تو دین کی آج یہ صورت نہ ہوتی جو آج ہم دیکھ رہے ہیں۔

فَذَلِكَ بِمَكَّةَ آوَى وَحَاوَى

وَهَذَا بِمَكَّةَ جَسَّ الْحَبَا

اگر ابو طالب نے محمد کو مکہ میں پناہ دی اور حمایت کی تو بیٹے نے مدینے میں آپ کی مدد کی نصرت کی حمایت کی۔

اس منزل پر گنگو کو پہنچا کر ہم پھر اس آیت کی طرف واپس آجائیں اِنَّكَ لَتَكُنَّ مِنَ الْخَبِيرَاتِ وَكَانَ الشَّيْءُ يَحْدِي مَنْ يَشَاءُ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُنْتَدِيْنَ آپ اس کی ہدایت نہیں کر سکتے جس کو آپ دوست رکھتے ہوں، جس سے آپ محبت کرتے ہوں لیکن

دھوکے میں نہ رہیں کہ ان کی شفاعت کوئی کرے گا اللہ کے لئے طلب مغفرت کو نہ کرے گا۔ وہ تو اس بلند منزل پر فائز ہیں کہ قیامت کے میدان میں جس کی جس طرح چاہیں شفاعت کریں۔

تو ہمارے پاس یہ بحث کہ ابو طالب کا انجام کیا ہے، کوئی زیادہ مہم نہیں ہے۔ آپ جس پریشانی میں پڑے ہیں، اس پریشانی کو جان کر ہم اس بحث کو بھیڑنا نہیں چاہتے۔ اس لئے کہ ان کا انجام مختلف فیہ ہے۔ لیکن ان کے آثار پر ہم اور آپ دونوں متفق ہیں۔ ہم دونوں متحد ہیں کہ انھوں نے ہر موقع پر رسول کی حمایت کی، رسول کی مدد کی بچیں سے پالا، اور پھر اس شان سے پالا کہ جہاں خداوند علی الاطلاق سورۃ النجم میں فرماتا کہ ذکر کرتے ہوئے یہ کہہ اَلَّذِي يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ فَيَكْنُزُ كَيْدًا يَتِيمًا فَآوَى کیا ہم نے تجھ کو یتیم نہیں پایا۔ اور کیا ہم نے تیری پرورش نہیں کی؟ تو اب آپ کی نظر میں ابو طالب کا جو بھی انجام ہو، اللہ نے اپنی طرف ان کے عمل کو نسبت دے دی ہے، تو یتیم تھا، ہم نے تیری پرورش کی، تو اب آپ کے پاس جو بھی انجام ابو طالب ہو، جہاں فعل ابو طالب فعلی الہی بن جائے۔ اپنی طرف عمل کو منسوب کر لیا کہ تو یتیم تھا ہم نے تیری پرورش کی۔

دنیا جان رہی ہے کہ اس دن سے پرورش کی ہے جب عبد المطلب نے بیٹوں کو بلایا اور بلا کر ابو طالب سے یہ کہا کہ عبد اللہ کا نور نظر اب ہمارے حوالے، ابو طالب کے حوالے کر دیا تو اسی دن سے بچے کی خدمت شروع کی تو ایک دو دن کا ساتھ نہیں ہے بلکہ پچاس برس کی حمایت ہے، یہ ساتھ ایک دو دن کا نہیں ہے بلکہ پچاس برس کا ساتھ ہے، پچاس برس تک حمایت کی ہے، اس طویل مدت کے ساتھی کو اگر انجام کے اعتبار سے قابل غور نہ سمجھتے تو چھوڑ دیے، یہ تو دیکھتے کہ خود علی نے اسلام کی کہنے میں ابو طالب کے متعلق۔ فقار ابن معد موسوی



وَلَقَدْ آتَيْنَاكَ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ مَاءً زَكِيًّا فَاشْرَبْ ۚ وَلَقَدْ بَدَّلْنَا لَكَ آبًا عَذْبًا فَابْتِغَاءً لِمَا تُكْفِرُ ۚ وَلَقَدْ أَنْزَلْنَاكَ مِنَ الْغَمِّ يَتَذَكَّرُ بِهِ نَبَأَ الْآخِرِينَ ۚ وَلَقَدْ جَاءَكَ ذِكْرُنَا بِالْأَنبَاءِ فَاتَّقِ اللَّهَ ۚ إِنَّكَ كَانَتْ تَكْفُرُ ۚ وَلَقَدْ عَلَّمْنَاكَ الْبُرْجَانِ ۚ وَلَقَدْ عَلَّمْنَاكَ الْبُرْجَانِ ۚ وَلَقَدْ عَلَّمْنَاكَ الْبُرْجَانِ ۚ

آپ نے دیکھا تو یہ مَنَ یثاک کے معنی نہیں ہیں۔ یہ تو دیکھو مَنَ یثاک کون کہہ رہا ہے عادل کہہ رہا ہے مَنَ یثاک حکیم کہہ رہا ہے مَنَ یثاک عظیم کہہ رہا ہے مَنَ یثاک وہ جس کی مصلحتیں بہتر ہیں وہ کہہ رہا ہے مَنَ یثاک یعنی وہی چاہے گا جو اس کا عدل چاہے گا وہی چاہے گا جو اس کی حکمت چاہے گی وَمَا أَنَا بِغَلَّامٍ بَلْعَيْنٍ (متنبرہ) حق آیت ہم میں بندوں پر ظالم نہیں ہوں، مگر جس کو آزماتے آزماتے اتنی

مہلت دے کر پچاس برس آزمائے اور پھر نگی ہدایت نہ دے آپ ملاحظہ فرمائیے  
ہیں یہ من ثبات پر دھوکا کرا ہے۔

اور خصوصاً پھر تعویف کی پھر راہیں ایسی آگئی ہیں کہ جس اس کی مشیت مجلس اس کی مشیت جو چاہے کرے، عادل بھی تو سمجھو، قادر بھی تو سمجھو، عزات واجب کو حکم بھی تو سمجھو، وہ کسی پر ظلم نہیں کرتا۔ وہ غلط مقام پر کسی غلط شے کو نہیں رکھتا جب یہ طے ہوگی تو پھر من و تیان کے معنی یہ ہیں جس میں صلاحیت ہوگی۔ اسی کو دلوں کا جس میں صلاحیت نہیں ہوگی اس کو نہیں دلوں کا۔ جس کی زبان استعداد و کلیہ بھی کہتی رہے۔ الوطالک یہ غیر اس کے لئے کہہ رہے ہیں۔

فَإِذَا رَأَىٰ رَبَّ الْعِبَادِ بِنَفْسِهِ  
وَظَهَرَ دُنْيَا حَقِّهَا غَيْرَ بَاطِلٍ

اللہ نے اس کی نصرت کی اپنی مدد سے اور اپنے سچے دین کو جو جھوٹا نہیں ہے ظاہر کیا۔  
لَقَدْ عَلِمُوا أَنَّا آتَيْنَاكَ الْكِتَابَ  
لَدُنْيَا وَمَا يُعْنِي بِقَوْلِ الْآبَاطِلِ

اور یہ بات تو سب جانتے ہیں کہ ہمارا بیٹا محمد ہمارے نزدیک جھٹلایا ہوا نہیں ہے۔ یعنی ہم نے ان کے دعوے نبوت کی تکذیب نہیں بلکہ نسب یق کی ہے، اور وہ تو باطل بات کبھی کبچے ہی نہیں، اور دوسروں کے اقوال بالظہ کی پروا نہیں کی جاسکتی۔

وَأَيُّكُمْ يُتَّقِي اللَّهَ لِيَرْجِيَهُ  
رِزَالُ الْيَتَامَى عِصْمَتُهُ لَا رَأْفَةَ

وہ سردار ایسے روشن چہرے والے ہیں کہ ان کے رونے سے مبارک کا واسطہ ہے  
کہ بارش کے لئے دعا کی جاتی ہے، وہ میٹھوں دیوتاؤں کا والی و واپس ہے۔







119

<http://fb.com/ranajabirabbas>



گرامی کے ساتھ آ کر آرام کر رہے ہیں آپ کو بھی زیارت مقدسہ دینے چاہئے۔  
کی قبر پر۔ حسین سے دور نہیں ہیں حسین نے اب تک علی اکبر کو اپنے سے  
لگا کر رکھا ہے۔ اور جب ذکر عباس پر پڑتا ہے تو کبھی کبھی اشارہ بھی ہو جاتا ہے  
کہ میرے علی اکبر کا ترغاں بیان کر۔

ابھی فخر پارک میں گفتگو تھی کہ ہزاری زینب نے علی اکبر کو رخصت  
دی، بھائی کی سفارش پر مگر یہ کہہ کر کہ علی اکبر میرے لال لیا میں نے اسی دن  
کے لئے پالا تھا، میرے ہمارے لئے عورتوں کو قربان کر دیا تھا، اچھا  
جواز میرے لال، خدا حافظ۔

حسین بیٹے کو ساتھ لئے، ہاتھ کو تھامے ہوئے خیمے سے باہر آئے، بیٹے  
نے اجازت چاہی، باپ نے کہا ٹھہر علی اکبر اچھی کچھ اور میرا زینب باقی ہے۔  
یہ کہہ کر اپنے خیمے میں علی اکبر کو لائے، اپنے ہاتھ سے تبرکات کے صندوق کھولے  
نانا کا نام بیٹے کے سر پر رکھا، نانا کی عبادت پر ڈال، نانا کے اسلحہ و جنگ  
جسم پر بجائے۔ سر سے کرپاؤں تک سرت بھری نظر سے دیکھا اور کہا علی  
اکبر جب کبھی نانا یاد آئے تو میں تم کو دیکھتا تھا، ہاتھ آج تم جارہے ہو، آؤ میرے  
لال آج میں تم کو سوار کروں، یہ کہہ کر خیمے سے باہر آئے آواز دی، بے کوئی میرے  
بیٹے کی راز دہانی والے، عقاب حاضر ہوا، علی اکبر چاہتے تھے سوار ہو جائیں  
حسین ابن علی نے علی اکبر کا بازو دھاما، علی اکبر نے ادب سے کہا، بابا آپ زحمت  
نہ فرمائیں۔ حسین نے کہا علی اکبر تم جارہے ہو، تم جارہے ہو میرے لال اچھا جانا  
جاء، علی اکبر گھوڑے پر بیٹھے حسین نے ایک مرتبہ آسمان کو دیکھا اور کہا اِنَّ الشَّيْءَ  
اصْطَفٰ اٰدَمَ وَ نُوْحًا وَ آلَ اِبْرٰهِيْمَ وَ آلَ عِيسٰى وَ عَلٰى الْاَنْبِيَاۡئِیْنَ سورۃ آل عمران  
آیت ۳۳ اللہ نے مہبطی کی آدم کو نور کو آل ابراہیم کو آل عمران کو عالمین میں

خداوند گواہ رہا کہ میں اس قوم کی طرف ایسے بران کو بھیج رہا ہوں جو مہرست  
میں سیرت میں، رفتار میں، گفتار میں میرے رسول سے مشابہ تھا اور ایک مرتبہ  
عرسہ کی طرف رکھ کر کہا، اے عرسہ خدا تیری اولاد کے سلسلے کو قطع کر دے  
تو نے میرے بچے کی نسل کو قطع کر دیا۔

علی اکبر گھوڑے پر سوار ہوتے گھوڑا چلا، ایک مرتبہ چاہا کہ مڑ کر بابا کو سلام  
کر بس تو دیکھا بابا پیچھے پیچھے آ رہے ہیں، علی اکبر نے کہا بابا آپ کیوں آ رہے ہیں  
بابا آپ تو رخصت کر چکے، کہا تم نہیں جا رہے ہو علی اکبر میری جان جا رہی ہے  
آہستہ چلونا کہ جی بھر کر دیکھ لوں۔ علی اکبر نے جام فرس کو کھینچا، گھوڑے سے کود پڑے  
بابا کے قریب آئے، لب اندس گوش ہا یوں امامت کے پاس لائے۔ آہستہ سے  
کچھ کہا حسین بیٹے کے چپے سے کرچ کر روئے، علی اکبر تو چلے گئے، زینب درخیمہ  
سے ب کچھ دیکھ رہی تھیں، پوچھا بیٹا چلے وقت علی اکبر نے آپ سے کیا کہا تھا  
حسین نے کہا زینب یہ نہ پوچھو، کہا بیٹا آپ کو میرے حق کی قسم بتائیے میرے  
علی اکبر نے چلے وقت کیا کہا۔ حسین نے فرمایا زینب زمانہ کا قاعدہ ہے کہ جب  
بڑا صاحب مرنے لگتا ہے تو جوان بیٹے کو وصیت کرتا ہے، آج دیکھو تو میرے لال نے  
مجھے وصیت کی ہے کہ تھلا بابا میری لاش خیمے میں نہ لائیے گا، میری ماں غریب  
ہے، میری ماں پر دلی ہے۔



## تقویٰ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

يُولِكِ الدَّارِ الْآخِرَةَ يَجْعَلُهَا لِلَّذِينَ لَا يُرِيدُونَ عُلُوًّا فِي الْأَرْضِ وَلَا فَسَادًا وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِينَ • (سورہ قصص آیت ۸۳)

سورہ قصص کی یہ آیت انجام متقین پر ایک بین ثبوت ہے۔ معنی خیر درس ہے۔ ارشاد ہوا آخرت کا گھر تو ہم ان ہی کے لئے مخصوص کر دیں گے۔ جو روئے زمین پر نہ سرکشی کرنا چاہتے ہیں۔ اور نہ فساد اور بھڑکائی بھی دہی ہے کہ انجام کی بھلائی صاحبان تقویٰ کے ہی لئے ہے۔ اس بات کا خیال رکھا جائے کہ قرآن مجید میں ۲۵۳ مقامات پر لفظ تقویٰ استعمال کیا گیا ہے اور اکثر مقامات پر تقویٰ کے ساتھ ساتھ صبر کا بھی ذکر کیا گیا ہے۔

ختمی مرتبتؐ نے ارشاد فرمایا "لوگو! غیر دار رہو، تم سب کا خدا ایک ہے کسی عرب کو کسی عجمی پر اور کسی گورے کو کسی کالے پر اور کسی کالے کو کسی گورے پر کوئی فضیلت حاصل نہیں ہے۔ مگر تقویٰ کے اعتبار سے، اللہ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو سب سے زیادہ پرہیزگار ہو۔"

اور اسی منزل پر امیر المومنین حضرت علیؓ ابن ابی طالب صلوٰۃ اللہ علیہ نے تقویٰ کی تعریف بتاتے ہوئے فرمایا کہ اگر تم متقین کو دیکھنا چاہتے ہو تو تم دیکھو گے

کہ اس کے دل میں خوف ہے۔ ایمان میں یقین ہے اگر کسی سے ملتا ہے تو احتیاط سے ملتا ہے۔ اگر فاقہ کے عالم میں ہے تو پھر بھی صبر کے جبار ہے متقی اپنی خواہشات پر قابو پانے والا ہے۔ اگر تم متقی کو دیکھنا چاہتے ہو تو اس وقت دیکھو جب زلزلے آئیں۔ جب اس پر مصیبت کے پہاڑ ٹوٹیں تو اس کا وقار اور شان دیکھو جب اس کو نعمت پر نعمت عطا ہوں تو اس کے شکر کے سجدے دیکھو، امیر المومنین فرماتے ہیں کہ متقی وہ ہے جو حق سے باہر نہیں ہوتا۔ اور باطل میں داخل نہیں ہوتا۔ اب دیکھئے کہ قرآن مجید میں متقی کی کیا تعریف کی گئی ہے۔

ایک مقام پر ارشاد ہوتا ہے کہ إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَتَقَىٰ (سورہ حجرات آیت ۱۳) اللہ کے نزدیک مکرم وہی ہے جو صاحب تقویٰ ہو ایک اور جگہ ارشاد ہوتا ہے کہ وَمَنْ يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَلْ لَهُ مَخْرَجًا وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ (سورہ طلاق آیت ۴) اللہ سے جو کوئی تقویٰ کی منزل پر آتا ہے اسے پھر کسی سے خوف کھانے کی ضرورت نہیں ہم اس کو وہاں سے رزق عطا کریں گے جہاں اس کا گمان بھی نہ جاتا ہو۔ اور آپؐ یہ نبیؐ آیت جہاں ارشاد ہوا رَبِّهِمْ يُسَبِّحُ الذِّكْرَ الْقَوَّاتِ وَالَّذِينَ يَتْلُونَ الْقُرْآنَ فِي حُلِيِّهِمْ وَمِنْهُمْ رِجَالٌ لَا يُفْرِقُونَ (سورہ نمل آیت ۲۰) ہم فقط صاحبان تقویٰ کو نجات دیں گے اور ظالمین کو جہنم کی آگ میں جھونک دیں گے۔

تقویٰ کی ان اعلیٰ مدارج کو بیان کرتے ہوئے اللہ نے بار بار یہ کہا کہ صاحبان تقویٰ اس مالک حقیقی کو محبوب ہیں پسند ہیں، مَنِّي مَنَّا وَفِي بَيْعَتِي يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اللَّهُ يُحِبُّ الْمُتَّقِينَ (سورہ آل عمران ۷۶) جو بھی اپنے عہد کو پورا کرے گا اور برائی سے بچ کر رہے گا وہ اللہ کا محبوب بنے گا، کیونکہ صاحبان تقویٰ اللہ کو پسند ہیں۔ ان اللہ محبوب المتقین (سورہ توبہ آیت ۱۸) اللہ صاحبان تقویٰ ہی کو پسند کرتا ہے۔ اَعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ مَعَ الْمُتَّقِينَ (سورہ نور آیت ۲۳) اور جان رکھو کہ بے شک اللہ صاحبان تقویٰ ہی کے



کر بلاوائے شہید الاقراط بھی ہیں یعنی علم کے ساتھ شہید ہو رہے ہیں۔ تبہ  
تیغ و خنجر گار کھ کر بھی شہید ہو رہے ہیں۔ ان کی شہادت اور ماتب کا کیا کہت  
کر بلا میں ہم تقویٰ کی چند صورتوں کو ایک ساتھ دیکھتے ہیں۔ بہتر صورتیں ہیں جو  
نظر آتی ہیں۔ ان کا وقار دیکھو۔ ان کا شدتوں میں صبر کرنا دیکھو۔ ان کی احتیاط  
کو دیکھو جب کہ ان کے مقابل میں لشکر کبیر ہے۔ جو اپنے آپ کو ملک کہتا ہے مگر  
شہزادی زینب نے شام میں یزید کے بھرے دربار میں اس کا جواب دیا تھا کہ  
جس کو قتل ملک سمجھتا ہے وہ ملک نہیں ہے، حکومت نہیں ہے بلکہ مہلت ہے۔  
یزید کو یہ مہلت ملی تو وہ سمجھا کہ اب ہم اس گھرانے کو تہہ کر دیں گے۔ مگر  
اس کو نہیں معلوم تھا کہ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِیْنَ اللہ متقین کے ساتھ ہے۔ وَكَانَ لِقَوْلِ الْمُؤْمِنِ  
يَسْتَلِ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ اَمْوَالَهُمْ (سورہ بقرہ ۱۵۲) جو لوگ راہ خدا میں نکل کے جاتیں  
انہیں کبھی مڑو نہ سمجھنا۔ یزید کو یہ نہیں معلوم تھا کہ اللہ شہداء کو حیات عطا کرتا ہے۔ اس  
طرح حیات پانے والے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے زندہ ہو جاتے ہیں حسین شہید راہ  
خدا ہیں۔

حسین ایک سلسلہ کا نام ہے، حسین تنہا نہیں ہیں حسین وہ سلسلہ ہیں جو  
آدم سے خاتم النبیین اور آپ سے قیامت تک سچی زبانوں کا سلسلہ ہے، عزائم حق  
کا حام حسین ہے۔ اس لئے حسین مومن کی واحد تہا ہیں، حسین تجدید سچی مومن  
ہیں حسین مومن کے لئے متقی کے لئے وہ منزل اعلیٰ ہیں جس کو دیکھ کر مومن مسلسل  
ترقی کی راہیں طے کرتا جاتا ہے۔ حسین ابن علی اللہ کی ایک بڑی نشانی ہیں،  
صاحبان تقویٰ کے لئے ایک رمز ہے۔

شام ہو چکی ہے کر بلا میں۔ کر بلا کے میدان میں شام ہو چکی ہے۔ دنیا واقف  
ہو چکی ہے کر بلا میں کیا ہوا۔ محمد کی بیٹی کا بیٹا حسینؑ ۸ رجب کو مدینے سے

ساتھ ہے۔ خداوند علی الاعلیٰ نے صاحبان تقویٰ کا انجام بھی بتا دیا کہ ہماری طرف  
سے انہیں کیا ملے گا۔ ارشاد ہوا۔ اِنَّ لِلْمُتَّقِیْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنَّاتٍ النَّعِیْمِ (سورہ القلم  
آیت ۴) یقیناً صاحبان تقویٰ کے لئے نعمت سے بھری جنتیں ہیں۔

تقویٰ کی ان تمام تعریفوں کے بعد حصول تقویٰ کی بھی فکر لازم ہے کہ اس کو  
کیسے حاصل کریں سورہ حج میں کہا گیا ہے کہ مَنْ يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَلْ لِّهٖ مَخْرَجًا وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ وَلَئِنْ  
الْقُلُوبُ (سورہ حج ۳۸) جو اللہ کی نیتوں کا احترام کریں تو یہی تقویٰ ہے، جو شعا  
خدا کا احترام کریں، جو چہار دیواری کا احترام کریں جو ان راستوں کا احترام کریں جہاں سے انسان سچی  
کتاب ہے وہ اس کو یہی کا احترام کریں جس کو تب زم زم کہتے ہیں۔ مگر اسود کا احترام کریں۔ خدا کو یہی احترام  
کریں۔ یہی نہیں بلکہ قرآن کے اس جالور کے لئے کی گئی کا بھی احترام کریں، اس لئے کہ وہ شعائر الہی ہیں  
ہے۔ آپ نے دیکھا تقویٰ اس طرح حاصل ہوتا ہے کہ شعائر الہی کا احترام کرو، اور اس کا احترام ترک  
نہیں ہے۔ اگر اللہ کی نشانیوں کو آہ زخم، صفا اور مردہ اور غلاف کعبہ میں تو محمد عربی  
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیٹی حضرت فاطمہ زہراؑ، امام حسنؑ اور امام حسینؑ اور ان کے  
ساتھ شہید ہونے والے سب شعائر اللہ ہیں۔ ان کا احترام کرو ورنہ دلوں کا تقویٰ ہے  
جو حیران سے منسوب ہو جاتے وہ اللہ کی نشانی ہے۔ اور یہی تقویٰ ہے۔

ارشاد خداوند ہوتا ہے کہ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا قَوَّامِينَ لِلَّهِ شُهَدَاءَ بِالْقِسْطِ  
وَلَا يَحِبُّوا مَنَافَةَ قَوْمٍ عَلَىٰ آلَافٍ لِّئَلَّا تُؤْخَذُوا بِمَا عَصَيْتُمْ وَأَنْتُمْ تَبْغُونَ (سورہ مائدہ  
۸۴) اے صاحبان ایمان، اللہ کے لئے قیام کرنا اے بنو۔ عدل پر گواہ بنو، خیراً  
کسی قوم کی دشمنی تم کو عدل سے نہ ہٹا دے، عدل کرو یہی تقویٰ ہے۔ تقویٰ سے  
عدل قریب تر ہے۔ اے صاحبان ایمان اللہ کے نام پر اٹھو، عدل پر شہید بنو  
اور یہ شہادت علمی ہے، شہادت عظمیٰ ہے۔ اور یہ اس وقت تکمیل پاتی ہے جب  
شہادت ظاہری بھی تکمیل پاجائے۔ وہ متقی ہوتا ہے۔



## اتباع حق

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

قُلْ هَلْ مِنْ شُرَكَائِكُمْ مَنْ يَخْضَعُ إِلَى الْحَقِّ قُلِ اللَّهُ يَخْضَعُ لِلْحَقِّ أَفَنْ يَخْضَعِيَ  
إِلَى الْحَقِّ أَحَقُّ أَنْ يُخْبِتَ أَمَنْ وَ يَخْضَعِيَ أَنْ يَخْضَعِيَ ۚ ذَٰلِكُمْ كَيْفَ تَحْكُمُونَ

(سورہ یونس آیت ۳۵)

سورہ یونس کی اس آیت کا ظاہری ترجمہ یہ ہے ”پوچھو کیا تمہارے رفقاء  
کار میں کوئی ایسا بھی ہے جن کو تم اپنے کاروبار میں شریک بنا رہے ہو، کوئی ایسا بھی  
ہے جو حق کی طرف ہدایت کرے؟ کہہ دو کہ یہ ہدایت اللہ کے ہی لئے ہے۔ اللہ  
ہی حق کی طرف ہدایت کرتا ہے۔ بتاؤ جو حق کی طرف ہدایت کرے اس کا مستحق نہیں  
ہے کہ اس کی پیروی کی جائے یا وہ شخص اس بات کا مستحق ہوگا جو ہدایت یا فتنہ ہو  
اور وہ ہدایت کو خورد و خوراک بنا دینا اس کی پیروی کرے گی؟ کیا ہوگا۔ تم  
کیا فیصلہ سن رہے ہو۔ کیا ہوگا تم کیا حکم دے رہے ہو۔

صورتِ حال ہمارے لئے یہ ہے کہ ہم برآن، ہر لمحہ، ہر لحظہ، ہر گھڑی اپنے  
کمال کو اتباعِ حق میں محفوظ پاتے ہیں اور انسانیت کی نجات اسی میں ہے کہ ”اتباعِ  
حق“ اس کے پیش نظر رہے۔ اور اتباعِ حق کی منزل پر کلامِ مجید نے جس جس طرح  
سے اس موضوع کو واضح کر دیا ہے وہ بھی پیش نظر رہے۔ مراجعت اس امر کی

نکلا۔ سرشبان کو مکہ پہنچا۔ ۸ ذی الحجہ کو مکہ سے نکلا۔ ہر محرم کو کربلا پہنچے۔ ہر محرم  
کو لشکر آئے۔ سات محرم کو پانی بند ہوا۔ نویں محرم کو حسین ہر طرف سے گھیر گئے  
دسویں محرم کو فاطمہ کا بھرا گھرا جڑ گیا۔ یہ ہے عاشورہ۔ دسویں کو فاطمہ کا بھرا گھرا  
اچڑ گیا۔ حسین نے جان دے دی مگر ایک ہی دن کے فرق میں کیا سے کیا ہو گیا۔  
کل کی رات تھی۔ عباسؓ تھے۔ علی اکبرؓ تھے۔ قاسمؓ تھے۔ ثعلبہؓ و محمدؓ تھے۔ کربلا  
ہوا تھا۔ اصحاب و انفد تھے۔ آج کی رات خیمے جلے ہوئے تھے بے طہ اپنے  
کھا چکے ہیں۔ عجیب منزل فکر ہے۔ یقیناً حسینؓ ابن علیؓ کی ایک بڑی نشانی  
ہیں۔ صاحبانِ تقویٰ کے لئے ایک رمز ہیں اور کربلا رستی دنیا تک اپنا پیغام درد  
کی موجوں پر بھیجتا رہے گا۔ مگر چند باتیں آج سن لو کہ بلا کے میدان میں سقام  
ہوئی۔ قاتل خود دیاں کرتے ہیں۔ مقتل تو اول ہی دیران تھا۔ چست لاشیں پڑی  
تھیں۔ مگر خدا کی قسم ہم نے دیکھا کہ ایک بی بی جس کے بال کھلے ہوئے تھے۔  
کبھی ایک لاش پر جاتی اور کبھی دوسرے لاش پر جاتی۔ اور کبھی دریا پر جاتی  
اور بار بار آسمان کی طرف دیکھ کر کہتی کہ پروردگار میں نے اس بچے کو چلی پس  
کر پالا تھا۔ پہچانا تم نے یہ کون ہے اور کس کا امتحان لیا گیا ہے۔ یہ کس کی آواز تھی  
راوی نے سید سجادؑ سے پوچھا کہ وہ کون بی بی تھیں تو انھوں نے کہا کیا تم نے ان  
کو نہیں پہچانا۔ وہ میری راوی فاطمہؑ تھیں۔ میری راوی فاطمہؑ تھیں کبھی زینبؑ کو  
سہارا دیتی۔ گھبراؤ بیٹی تمہارے بابا آئیں گے۔



قدم قدم پر انسان اتباع کے ساتھ آگے بڑھ رہا ہے۔ قرآن مجید یہ چاہتا ہے کہ دیکھو شروع سے لے کر آخر تک اس پیروی کی منزل کی نگرانی کرو، دیکھو تمہارے لئے سب سے اہم مسئلہ بچوں کی تربیت ہے سورہ بقرہ میں آیت کا نشان ۲۴۴ سے ارشاد ہوا۔

اَلْوَدَّ اَحَدُكُمْ اَنْ تَكُوْنَ لَهُ جَنَّةٌ مِّنْ فَاكِحَةٍ وَّاَعْنَابٍ وَخَيْرٌ مِّنْ نَّحْيِهَا  
وَالَّذِي لَهَا فِيهَا مِنْ كُلِّ الثَّمَرَاتِ وَاَسَاسٌ مِّنْ اَنْبِكِرٍ وَلَهُ فِيهَا زُرِّيَّةٌ مُّضْعَفَةٌ مَاذَا بَعَثَ اللهُ  
فِيهَا مِنَّا مَا حَشَرْتُمْ كَذَلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ الْآيَاتِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ دوسرے  
آیت ۷۶؎ کیا تم یہ دوست رکھتے ہو کہ تمہارے پاس ایک باغ ہو انگوڑ کا، کھجور  
کا جس کے نیچے نہریں بہتی ہوں اور اس باغ میں ہر قسم کے پھل موجود ہوں۔  
ایسے میں باغ کے مالک پر ضعیفی چھا جائے۔ باغ کا مالک بوڑھا ہو جائے۔ باغ  
مالک پر ضعیفی طاری ہو جائے۔ اور اولاد کمزور ہو جائے ایسے میں ایک تیز گرم جھلسا  
دینے والی ہوا چلی جس نے باغ کو جلا کر خاک کر دیا، اسی طرح سے خدا تمہارے  
لئے نشانوں کو بیان کرتا ہے تاکہ تم فکر سے کام لو۔

وَلَا تَتَّبِعْ سَبِيلَ الْمُفْسِدِينَ (سورۃ اعراف آیت ۴۱) دیکھو فنا کرنے والوں کا راستہ اختیار نہ کرو۔ دیکھو یہ جان لو بے! اتَّبِعِ الَّذِينَ ظَلَمُوا اَهْوَاءَهُمْ وَيَتَّبِعُوا آلَاءَ رُومِ (سورۃ روم آیت ۲۹) دیکھو ظالم وہ ہیں کہ جنہوں نے اپنے خواہشات کی پیروی کی ہے۔ حالت کے عالم ہیں، وہ صرف اپنے نفس کی پرورش کر رہے ہیں اور واضح کر دیا کہ اِنَّ يَتَّبِعُوا اِلَّا الظُّلُمَ (سورۃ النعام آیت ۱۱۸) اکثر و بیشتر کا یہ عالم ہے کہ فقط پیروی کئے جا رہے ہیں، اندازہ و تخمین و گمان کی کہ جس کو حق سے کوئی دور کا بھی تعلق نہیں ہے۔ اِنَّ الظُّلُمَ لَا يُغْنِي عَنْهُمُ اخْقَ شَيْئاً سورہ روم آیت ۳۱ گمان کو، تخمین کو، اندازے کو، حق سے دور کا تعلق ہی نہیں ہوتا۔

اہم ترین مسئلہ ہے زندگی کا مسئلہ ابتداء، کہ پیروی کس کی کی جائے اور کس کی نہ کی جائے۔ یاد رکھئے کہ انسان اپنی زندگی کے مختلف ادوار میں، بچپن، جوانی، بکورت، بزرگ، معینی، ہر ان مرحلوں میں اپنے ادواروں کو جہاں جاکر وہ پیروی کرے اور اپنی زندگی کے لئے کوئی راہ اختیار کرے، ماں، باپ، خاندان، مدرسہ، دوست، احباب، حکومت، معاش اور زندگی کے مختلف ذرائع کی تلاش یہ سب وہ ادارے ہیں جہاں انسان پیروی کرتے ہوئے آگے بڑھتا ہے۔ بچہ اپنے ماں باپ کی پیروی کرتا ہے، بچہ اپنے گھر کے رسم و رواج کی پیروی کرتا ہے۔ بچہ جس خاندان میں رہتا ہے اور بڑھتا ہے اس خاندان کے افراد کی پیروی کرتا ہے۔ ان کے نقش قدم پر چلنے کی کوشش کرتا ہے۔



دیکھو بڑی سے بڑی دولت تمہارے پاس سی اگر ذریت کمزور ہو گئی  
اگر بچوں کی تربیت پوری نہ ہو سکی وہ دولت ایک بانگ کی مانند ہے جو محل کے رہ  
جائے گی جو تباہ ہو جائے گی اگر بچے والے اولاد نہ رہے۔ قرآن کا تقاضا یہ ہے  
کہ بچوں کی تربیت کرو اتباع کی صحیح منزل کو سامنے رکھو جو ان کے لئے منفعوں کے  
لئے سورہ زمر میں ارشاد ہوا اور عجیب شان سے یہ ارشاد ہے۔

فَبَشِّرْ بِبَادِ الَّذِيْنَ يُشْرِكُوْنَ بِالْعَوْلِ فَيَتَعَلَّوْنَ اُخْتَهُمْ اَوْ بَنَاتَهُمُ الَّذِيْنَ هَدٰىهُمْ  
اللّٰهُ ذٰلِ الَّذِيْ هُمْ اَوْلٰٓؤُا الْاَلْبَابِ سورہ زمر آیت ۱۸-۱۹ اس سے میرے بندوں کو  
بشارت دو جو ہر ایک کی بات کو سنتے ہیں۔ ان کو بشارت دو کہ وہ ہر ایک کوں کو اس  
کی پیروی کرتے ہیں جو بہتر چیز کی پیروی کرتے ہیں ہر کس و ناکس کی پیروی نہیں  
کرتے، یہی وہ لوگ ہیں جن کی اللہ نے ہدایت کی اور یہی صاحبان عقل ہیں جو  
تو آپ نے دیکھا کہ ایک طرف تو قرآن مجید نے حکم دیا ہے کہ مفسد کی پیروی نہ  
کرو، ظالم کی پیروی نہ کرو، فاسق کی پیروی نہ کرو ایک طرف تو قرآن کا یہ ارشاد ہے  
کہ ظن و تخمین و انداز سے کی پیروی نہ کرو، بتلا دیا کہ ایمان وہ ہے کہ جہاں حق کی پیروی  
ہو کفر وہ ہے جہاں باطل ہو۔ باطل نگاہوں کے سامنے رہے، اور انسان باطل  
کی پیروی کرتا جائے، بچا یا قرآن نے باطل کی پیروی سے۔ قرآن مجید نے  
آگے بڑھ کے عادی و نمود کے واقعات بتلائے اور یہاں تک کہہ دیا کہ

وَلَيْفَ كُنْتُمْ عَادِيْنَ مَعَكُمْ اٰيَاتِ رَبِّكُمْ وَعَصٰوْا اَمْرًا مِّنْكُمْ جَبِيْٓا

عَبِيْٓا (سورہ ہود آیت ۵۹) یہ قوم عادی ہے جس نے ہماری آیاتوں سے انکار کیا  
حق اور پھر انھوں نے رسولوں کی طاقت سے، بیانات سے، ان کی زندگی سے  
فائدہ نہیں اٹھایا۔ بلکہ ان کی معصیت کی اور پھر وہ متابعت کے جاری رہے تھے  
ہر چار کی ہر حق فراموش کی، راستے سے ہر مٹ جانے والے کی اس قوم نے

مخالفت کی تھی متابعت نہ کی تھی اور یہ قوم تباہ ہو کر رہ گئی۔ جگہ جگہ قرآن نے  
مثالیں دیں آج قوم نمود، قوم نوح، قوم ابراہیم اور قوم موسیٰ اور قوم مسلم کو یہ  
درس دیا کہ اگر پیروی کی منزل پر آنا ہے تو آنکھیں کھول کر جان بوجھ کر وہاں  
کبھی یہ نہ کہنا کہ افضل کے ہوتے ہوئے مفسدوں کی پیروی کریں گے۔ وہاں کبھی  
یہ نہ کہنا کہ احسن کے ہوتے ہوئے کسی بری یا بگڑی ہوئی چیز کی پیروی کریں گے۔  
اسے اپنا انحصار کر لو گے۔ اپنے بچوں کی تباہی کو مول لو گے۔ اگر احسن کی پیروی  
نہ کرو گے۔

یہ وہ احکام تھے کہ جہاں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ قرآن مجید میں بار بار کہا  
گیا کہ دیکھو بدایہوں کی پیروی کرو، ہوا کی پیروی نہ کرو، خدا کی پیروی کرو، خلی  
مرتب فرماتے ہیں کہ ڈرتا ہوں اپنے بعد اس لئے نہیں کہ تم پیروی ہو جاؤ یا تم  
نہ انی ہو جاؤ، ڈرتا ہوں اس لئے کہ کہیں تم میں اتباع ہوا نہ پیدا ہو جائے۔ کہیں  
معمولی عمل نہ پیدا ہو جائے، تو یہ عرض کرنا تھا کہ یہ منزل ہمارے لئے ہے اور ہمارے  
لئے مثالیں معین کر دیں۔ اور سب سے اہم مثال، سب سے اہم اسوہ ہم کو جو  
عطا کیا گیا ذات گرامی ختمی مرتبت احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ہے اور آوازی کہ دیکھو  
اس کی پیروی لازم ہے۔ اِنَّ اٰیٰتِ رَبِّکُمْ لَیْسَ بِمُتَعَدِّیْنَ اِنَّکُمْ لَعِندَ اللّٰهِ سُوْرَۃٓ اٰلِ عٰلِی  
آیت ۳۱، کہہ دو اسے رسول اگر ان کو اللہ کی دوستی کا دعویٰ ہے تو یہ میری پیروی  
کریں یہ اتباع رسول میں آگے بڑھیں، کیوں آگے بڑھیں؟ اس لئے کہ نبی صلی  
متابعت کی منزل پر یہ کہا تھا۔ اِنْ اَتَّبِعْتُمُ الْاَمَّاٰیۃَیْ اِتٰی دُورَۃٓ الْاَنْعَامِ آیت ۵۰ میں  
کسی کی متابعت نہیں کرتا میں تو وحی ربانی کی متابعت کرتا ہوں یہ نبی تابع وحی  
ہے امت کو حکم دیا گیا ہے کہ تم تابع نبی بن جاؤ۔ تاکہ قدم قدم پر تم وحی ربانی  
کے سامنے میں اور حکم ربانی کے سامنے میں پروان چڑھ سکو، نبی وہ ہے جو



تابع وحی ہے اور کہہ رہا ہے اِنْ اتَّبَعَ الْاَعْلٰی وَحٰی اِلٰی اور امت کو یہ دعوت دی جاتی ہے کہ میری پیروی کرو۔ اللہ تم کو دوست رکھے گا اور اس کے بعد ارشاد ہوتا ہے، وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَاسْتَبَعَمُوْا دِیْنَهُمْ یَاٰیہَا النَّبِیُّ اَتْلُحَقْنَا بِہِمَّ ذٰلِکَ یَتَّبِعُوْنَکَ وَہُمْ لَوْ کَانَ اٰیْمَانُ لَآئِیْ اور جب ان کی ذریت نے ایمان میں ان کی پیروی کی ہم نے ان کی ذریت کو ان سے ملحق کر دیا۔ معنی پھر نیچے جو ایمان لائے، ان کی ذریت ان کی اولاد نے ان کی پیروی کی تو ہم نے ان کا ذریت کو ان سے ملحق کر دیا۔

ابراہیم کہتے ہیں فَهٰذَا یَبْنٰی بَنٰتِنَا یعنی دوسرے ابراہیم آیت میں جو میری متابعت کرے وہ مجھ سے ہے۔ اس نے رسولؐ نے دیکھا جو محمدؐ آل رسولؐ کی بہنوں تک پیروی کی کہ ایمان میں آل رسولؐ رسولؐ سے ملحق ہو گئی تو رسولؐ نے کہا حَسْبُکُمْ مِّنْیَ ذٰلِکَ اٰیْمَانِ احْسِنِ حَسِبْتَ مَجْدَیْ ہے اور میں حسینؑ سے ہوں۔ یہ اس لئے نہیں کہا تھا کہ بیٹی کا بیٹا ہے، فاطمہؑ کا نور نظر ہے، یہ اس لئے نہیں کہا تھا کہ نور ہے بلکہ امام حسینؑ نے اتنی پیروی کی کہ رسولؐ کے نقش قدم پر ایسے چلے کہ ہم نے ان کو ذریت کو ان سے ملحق کر دیا۔

اور اس طرح قول ابراہیمؑ کی تکمیل ہوئی جو میری پیروی کرے گا وہ مجھ سے ہوگا۔ یہ ہے مقام منیت حسینؑ، وہ جہنم جس کی یاد کو منانے کے لئے اور جس کے غم کو بابت رکھنے کے لئے اور ماتم کرنے کے لئے ہم اتنی بہنوں پر جمع ہوئے ہیں، یہ اعتبار منیت و متابعت یہ ذکر ذکر حسینؑ نہیں، ذکر محمدؑ عربی ہے۔ یہ ذکر ذکر خاتم النبیین ہے۔ اب آپ سمجھ گئے اس ذکر کی اہمیت کیا ہے۔ اگر تابع ہیں حسینؑ رسولؐ کے اور اگر رسولؐ تابع ہیں وحی کے تو اس کے معنی یہ ہیں کہ حسینؑ مرتضیٰ مولا کے ساتھ ساتھ چل رہے ہیں۔ اگر مدینے سے نکلے تو مرضی مولا تھی، اور اگر مکہ کو چھوڑا تو مرضی مولا ہی تھی، اور اگر کربلا میں آنا تھا تو مرضی مولا ہی تھی، اور اگر یہ طے کر لیا تھا کہ ہمارے خیمے فرات سے

بٹ جائیں گے تو مرضی مولا ہی تھی اور یہ طے کر لیا تھا کہ ۲۰ کا لشکر ہزاروں سے مگر اچانک سے تو مرضی مولا ہی تھی۔

کوئی یہ نہ کہے کہ حسینؑ نے ایسا کیوں کیا؟ اس واسطے کہ حسینؑ تابع وحی الہی ہے۔ تابع ہوا وہ جس شیطانی نہیں ہے۔ اسی لئے حسینؑ نے بیعت سے انکار کیا تھا کہ دنیا جان لے کہ بیعت تابع ہوس ہونا ہے۔ جو ایک مرتبہ اپنے آپ کو ذات واجب کے باقیوں سے بچ دیتا ہے۔ وہ پھر کسی اور کے باقیوں نہیں بکتا۔ ظلم کرنے والے ہوا وہ ہوس کی متابعت کرتے ہیں ظلم کرنے والے یا مومنا یا فحشا و دالمین کو دوسرے نور آیت ۲۱، تم کو برائی کا حکم دیتے ہیں وہ تم کو بری باتوں پر آمادہ کرتے ہیں۔ فرزند رسولؐ نے بیعت کرنے سے انکار کر دیا اور آواز آئی فَاَسْتَبْتُّوْا بِیْضَکُمْ الَّذِیْ یَاۡیِعُکُمْ بِہٖ وَذٰلِکَ هُوَ الْفَوْشُ الْعَظِیْمُ دوسرے تو یہ آیت ۱۱۱ پس خوش ہو جاؤ۔ پس بشارت پا جاؤ کہ تم نے بڑا اچھا سودا کیا ہے اور یہ کامیابی عظیم ہے عظیم کامیابی ہے۔

فرزند رسولؐ متابعت رسولؐ کی منزل پر ہیں۔ اور اس متابعت کی آخری منزل ہے کہ جہاں آواز دیتا ہے قرآن وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْاٰی دوسرے آیت ۱۱۱، سلام ہو اس پر جو ہدایتوں کی پیروی کرے۔ اگر قرآن میں سَلَامٌ عَلٰی اٰبِرَہِیْمَ ہے، اگر قرآن میں سَلَامٌ عَلٰی فِی الْعَالَمِیْنَ ہے۔ اور سَلَامٌ عَلٰی موسیٰ و ہارون ہے تو پھر کربلا والوں کے لیے بھی قرآن میں سلام موجود ہے اور وہ یہ کہ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْاٰی سلام ہو اس پر جس نے ہدایتوں کی پیروی کی وَالسَّلَامُ عَلٰی عِیْسٰی الَّذِیْنَ اسلئے سورہ نمل آیت ۵۹ سلام ہو اس پر جو اس کے بندوں میں چنے ہوئے بندے ہیں۔ مصطفیٰؐ بندے ہیں۔ سَلَامٌ عَلَیْکُمْ یَا مَسِیْہُ ثُمَّ نُنْفِیْ الذِّکْرَ

۱۰۹، ۱۱۰، ۱۱۱ اور ۱۱۲ میں ہیں۔



کسی ہو اور ہوس کے ساتھ نہیں ہے۔

ہمارا اسلام قبول ہو رہا ہے۔ ہم اب سلام کریں گے اس بنی بنی پر جس کا نام ثانی زہرا زینب کبریٰ ہے جو فاطمہ زہرا کی نائب ہے۔ بنی بنی غلاموں کا سلام قبول ہو۔ بنی بنی آج پہلی رات ہے، جہاں اہل حرم کی نگرانی آپ کو کرنا ہوگی۔ بنی بنی کل تک عبادت تھے کل تک عون و محمد تھے۔ کل تک قاسم ابن حسن تھے۔ کل تک علی اکبر تھے، بنی بنی آج آپ جیلے ہوئے غیموں کی نگرانی کریں گی۔ ہمارا سلام قبول ہو اور ہمارا سلام ہو اس یتیم بچی پر کہ جو تلپانے کھا کھا کر چچا کو پکار رہی ہے۔ آؤ چچا خیمے جل رہے ہیں چچا نہیں آئے، سکیڑے کا کرتا جل گیا چچا نہیں آئے۔ سکیڑے نے تلپانے کھائے چچا نہیں آئے۔ بنی بنی ہمارا سلام ہو آپ پر، سکیڑے بنی بنی آپ رات کے اندھیرے میں، آپ جائیں گی بابائے سینے پر سونے کے لئے۔

دوسرے بعد آیت ۲۴ سلام ہو تم پر کیا مبر کیا تم نے، میرے صاحبزادوں پر سلام ہو سَلَامٌ قَوْلًا مِّنْ شَيْءٍ سَجِيمٍ (سورہ یسین آیت ۵۸) سیدہ حمیم کی طرف سے سلام ہو سَلَامٌ عَلَيْكُمْ طِبْتُمْ فَانْزِلُوْهُنَّ اَخْلَدِيْن (سورہ زمر آیت ۴۳) تم پر سلام ہو یہ جنتوں کے دروازے کھلے ہوئے ہیں۔

وہ جہاں ملائے مقربین شہداء پر سلام کر رہے ہوں، جہاں ہدایت پانے والوں پر سلام لازم ہے تو وہاں ایک مرتبہ ہم سلام کریں اور اس آفا کو سلام کریں۔ اس نولا پر سلام کریں کہ جس پر اس وقت سلام ضروری ہے۔ سلام ہو میرا کر بلا کے اس شہید پر جس کی لاش اس وقت بے گور و کفن پڑی ہے، سلام ہو میرا فرزند رسول آپ پر اس لئے کہ آپ نے مبر کیا۔ اس لئے کہ آپ نے ہدایت رسول کی پیروی کی سلام ہو میرا فرزند رسول آپ پر اور اس بیٹے والے خون پر، اس بیٹے والے لبو پر، اس شہید پر جو آپ کے زانوؤں پر دم توڑ رہا تھا، ایک ایک شہید پر ہمارا سلام ہو فرزند حسین ابن علی پر سلام ہو، برادران حسین ابن علی مظلوم پر سلام، سلام ہو علی اکبر پر، سلام ہو عون محمد پر، سلام ہو قاسم ابن حسن پر، سلام ہو عباس ابن علی پر اور سلام ہو ہمارا ان اصحاب و انصار پر جو لیک لیک کہہ کر اپنی جانیں فرزند رسول پر نثار کر رہے تھے اور اعلان کر رہے تھے کہ ہم ہوا و ہوس کے ساتھ نہیں ہیں خدا کے ساتھ ہیں۔

ایک تقسیم ہو چکی تھی کہ بلا میں، اس طرف ہو اب اس طرف خدا ہے، جو خدا کے ساتھ ہے ان سب پر ہمارا سلام ہے۔ ہمارا سلام ہو شام غریباں کی اس مجلس میں اس امام مظلوم پر جس نے آخر وقت کہ انتہائی صبر و استقلال و استقامت سے اس بات کا ثبوت دیا کہ وہ ہدایتوں کے ساتھ ساتھ ہے۔ اور جس کے ساتھ مرنے والے ایک ایک شہید نے اس بات کا ثبوت دیا کہ وہ ہدایت کے ساتھ ہے



میں ہمارے پورے عقائد موجود ہیں۔ اور اس اعتبار سے اگر کوئی شخص عالم اسلام سے یہ کہے کہ اس کو یہ معلوم نہیں ہے کہ آٹھویں ریح الاول کی تاریخ ہے تو میں سمجھوں گا کہ اسے یقیناً کوئی دھوکا ہوا ہے اور وہ اس دھوکے کو اپنے آپ پر قائم رکھنا چاہتا ہے۔ کوئی شخص ایسا نہیں ہے کہ اس کا اسلام سے تعلق ہو اور آٹھویں ریح الاول کی تاریخ سے واقف نہ ہو میں عوام کی بجائے گفتگو نہیں کرنا چاہتا ہوں اس واسطے کہ ظاہر ہے کہ عوام کو نہ رسالت اللہ کی تاریخ ولادت معلوم ہے اور نہ امیر المومنین کی اور نہ ہی ان کی تاریخ وفات کا کوئی علم ہے نہ خلفائے کرام کی ولادت و وفات معلوم ہے اور نہ صحابہ کرام کی ولادت و وفات معلوم ہے۔ آٹھویں ریح الاول سے اگر عوام ناواقف ہوں تو کوئی تعجب کی بات نہیں لیکن جو خواص ہیں جو صاحبان علم ہیں۔ اب سب کو ان تاریخوں کا علم ہے اور اس میں ایک حقیقت ہے کہ وہ ہتیاں جن سے یہ تاریخیں منسوب ہیں کوئی ایسی گناہ مستیوں تو تھیں نہیں کہ ان کے متعلق تاریخ عالم چپ بوجھاتی یا مورخین خاموش ہو جائے بلکہ اس وقت جو کچھ لکھنا چاہتے تھے سب کچھ لکھا گیا تھا۔ ہماری حد تک صرف یہ امر ہے کہ مَالاً وَنِیْلًا وَآخِرًا یہ ہمارا اصول ہے اور اصول کے معنی یہ ہیں کہ اگرچہ یہ اصل کی بجائے لیکن واحد بھی استعمال ہوتا ہے کہ ہمارے عقائد میں یہ اصول ہے مَالاً وَنِیْلًا وَآخِرًا کہ جو چیز ہمارے اول کے لئے ثابت کی گئی ہے وہی ہمارے آخر کے لئے ثابت کی گئی ہے۔ اور اسی لئے زیارت جامعہ کے آخری طحڑے میں تلاوت کی گئی تھی جہاں آپ زیارت جامعہ پڑھتے ہوئے یہ کہتے ہیں۔ بَدَاوَلِیْتُ بِہَا اَہْلَکُمْ بِہَا نَوَلِیْتُ بِہَا اَوَّلُکُمْ کہ اے آلِ محمد! ہم نے تمہارے آخر کی ولایت کو اس طرح تسلیم کیا ہے جس طرح تمہارے اول کی ولایت کو قبول کیا۔ پس وہ زیارت جامعہ جس کا ہم ٹھکڑا یہ بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ اے آلِ محمد! اَوَّلُکُمْ تَبَتِ الْعِلْمُہَا، تمہاری ہی محبت کی وجہ سے کلمہ تمام ہوا

## کلمہ طیبہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَجَعَلْنَا قُلُومَنَا كَآفِيَةً لِّیْ عَقِبِهِمْ لَعَلَّہُمْ یَرْجِعُونَ۔ سورہ زمر آیت ۲۸ حضرت ابراہیمؑ کے لئے ارشاد ہوا کہ انہی کی اولاد میں ہمیشہ باقی رہنے والا کلمہ چھوڑ دیا۔ تاکہ وہ خدا کی طرف رجوع کریں۔

امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ آیت ہماری شان میں نازل ہوئی ہے۔ کلمہ یا قیۃ یعنی قیامت تک اولاد امام حسینؑ میں جو آئمہ ہوں گے ان کا ایک فرد باقی رہے گا۔

ہمارے عقائد سے عالم اسلام باخبر ہے۔ اور بعد دور آئمہ اہلبیت غیبت مہتری ہی کے زمانے میں جتنی کتابیں لکھی گئی ہیں ان سب کتابوں میں علمائے اسلام نے ہمارے عقائد کو جان کر ان سے واقفیت حاصل کر کے ان کا اختلاف کیا اور وہ مباحث پیدا کئے کہ جن مباحث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ان کو ہمارے پورے اصول کا علم تھا اور ہم اس بات پر مطمئن ہیں کہ ہمارے عقائد میں کوئی چیز بھی ایسی نہیں جو چھپی ہوئی ہو کسی منزل پر کسی موقع پر عقائد کا کتابوں میں لکھنا ہو یا چھپا ہوا رہنا ثابت نہیں۔ یہ اور بات ہے کہ کوئی شخص اپنی جان کے خطرے سے یا کسی مصیبت کی وجہ سے کسی مقام پر اپنے مکمل عقائد کا اظہار نہ کرے۔ لیکن ساری کتابوں



میں یہ چاہتا ہوں کہ آٹھویں ربیع الاول پر گفتگو کرنے والے ایک ام کو وضع کردہ  
کہ زیارت جامعہ کا کبھی آپ سے تاخیر نہ ہو علیکم بالجامعۃ، علیکم بالجامعۃ برابر  
آواز آ رہے حضرت حجت کی زبان سے اور خصوصیت کے ساتھ امام علیہ السلام نے  
زیارت جامعہ کی طرف توجہ دلائی ہے۔ آپ مفتاح الجنان کھول کر یہ شروع  
کریں گے تو ان کے بعض جتنے واقعات ہیں وہ سب حضرت حجت سے منسوب ہیں  
کہ جس میں زیارت جامعہ پر گفتگو ہے۔ وبعھوالا تھم تھت الظلمۃ و  
الظلمۃ، تمہاری محبت کی وجہ سے ظلم ختم ہوا۔ اور فراق ہوا۔ جدائی ختم ہوئی انشراح  
مناع ہوا اور اختلاف دور ہوا تمہاری مودت پر آپس میں دل مل گئے تمہاری مودت  
پر سب آپس میں جمع ہو گئے۔ ہمارا اتحاد، ہمارا مل جانا، ہماری یگانگت ہماری  
یگانگی یہ سب کچھ تمہاری محبت و مودت پر منحصر ہے۔ وبعھوالا تھم علینا اللہ  
معالمہ دیننا اور تمہاری مودت کی وجہ سے اللہ نے ہمیں ہمارے دین کے طریقے  
بتلائے ہمارے دین کے راستے بتلائے۔ تعلیم ملی تمہاری مودت کی وجہ سے دین  
کی راہ پائی۔ وبعھوالا تھم علینا اللہ معالمہ دیننا واسلم ما کان فسد من دیننا  
اگر ہماری دنیا بگڑ گئی، ہماری دنیا میں فساد ہو گیا تو تمہاری مودت نے بڑھ کر اس میں سمجھا لیا واسلم  
ماکان فسد من دیننا اور اگر ہماری دنیا میں کوئی بات فساد ہو گئی تو تمہاری محبت نے اس  
فساد کو ختم کیا۔ ہماری دنیا کو سمجھا لیا یعنی دین و دنیا کی رونق تمہاری محبت ہی کی وجہ سے ہے۔

دین و دنیا میں ہماری عزت تمہاری محبت کی ہی وجہ سے ہے۔ اسی والہنگی سے ہم جیتے ہیں۔ اسی والہنگی کی وجہ سے ہم زندہ اور باقی ہیں۔ اسی والہنگی سے دنیا کو اعراض ہے۔ اسی والہنگی کی وجہ سے دنیا حسد کرتی ہے۔ دنیا نے فقط آل ابراہیم سے حسد نہیں کیا بلکہ دنیا نے آل ابراہیم کے دوستوں سے بھی حسد کیا ہے۔ دنیا نے فقط آل ابراہیم پر ظلم نہیں کیا بلکہ دنیا نے آل ابراہیم کے دوستوں پر بھی ظلم کیا ہے۔ محبت کرنے والے فقط ذہانی دعویٰ نہ کریں۔ بلکہ ان مصائب کے لئے بھی تیار ہو جائیں جو آل ابراہیم پر پڑتے رہے ہیں۔ اسی لئے امیر المؤمنین نے فرمایا ہے کہ من اجبتنا اهل البيت فليتعبد للفقر۔ جو آل محمد کو دوست رکھیں، جو آل محمد کے اہل بیت کو دوست رکھیں وہ فقر و فاقہ کے لئے ایک چادر بھی تیار کر لیں۔ اور فقر و فاقہ کے لئے تیار ہو جائیں کہ معلوم نہیں کب مصیبت آئے گی۔ معلوم نہیں کب آسمان ٹوٹ پڑے، معلوم نہیں کب زمین پھٹ پڑے یا آتش ہو جائے گی۔ یہ کس لئے ہیں ان کو سمجھنے کی کوشش کیجئے جو آل محمد کی محبت کا دعویٰ کرتا ہے اس پر لازم ہے کہ وہ مصیبت کو برداشت کرنے کے لئے بھی تیار رہے۔ یہ نہ سمجھتا رہے کہ دنیا اس کا اسی طرح ساتھ دے گی جیسا کہ جاگیر داروں کا دنیا نے ساتھ دیا ہے جیسا کہ مستعدانِ نول کا دنیا نے ساتھ دیا ہے۔ جو مظلوم کا ہمدرد ہوتا ہے۔ دنیا اس کا اکثر ساتھ نہیں دیتی ہے۔ اب جو یہ جملہ وجوہ اللہ کا صلحہ ماکان فسد منہ دنیا کا تمہاری محبت کی وجہ سے جو دنیا تمہاری فاسد ہو گئی تھی اس میں اصلاح ہو گئی ہے۔ جو دنیا تمہاری برباد ہو گئی تھی وہ بچ گئی ہے۔ اس کو سمجھ لیجئے اس کے معنی یہ نہیں ہیں کہ آپ نے ہم کو اس دنیا کی دولت عطا کی ہے۔ بلکہ آپ کی محبت نے ہماری دنیا کو اس طرح صرف کر دیا کہ دنیا ہماری مزرعہ آخرت بن گئی۔ یہ دنیا ہماری آخرت کی کھیتی بن گئی۔ یہ دنیا ہماری باقیات



وصالحات بن گئی۔ مال ملا، آل محمد کی محبت میں خرچ ہو گیا۔ اولاد علی آل محمد کی خدمت کے لئے نذر ہو گئی البہال والبنون ذبیتہا الحیوة الدنیا والباقیات الصالحات یہ سچ ہے کہ مال اور اولاد دنیا کی زینت ہے مگر حب آل محمد کا عرف ہوتا ہے قلب الہی پر تو مال بھی یا قیات و صالحات بن جاتا ہے، اولاد بھی باقیات و صالحات بن جاتی ہے اور یہ باقی رہنے والی نیکیاں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے کام میں آتی ہیں۔ دنیا نہ رہے تو پھر آخرت میں سوال کا ہے کہ ہے۔ دنیا نہ ہو تو پھر آخرت میں گفتگو کا ہے کی ہے۔ امیر المؤمنین فرماتے ہیں کہ اسے دنیا کی مددیت کرنے والے ابھی تو نے دنیا کو نہیں پہچانا۔ الدنیا مستحیة لا ولیا للہ کہ دنیا دوستان خدا کے لئے تجارت کی منڈی ہے کہ جہاں انسان سودا کرتا ہے۔ جہاں انسان بازار میں جا کر اپنی جنس حیات کو بیچتا ہے۔ اور جنس محبت کو خریدتا ہے۔ جہاں سے آل محمد کے موالدات کو خریدتا ہے۔ یہی وہ منڈی ہے یہی وہ تجارت گاہ ہے کہ جہاں پہلوں نے سبقت کی۔ اور جن کے لئے قرآن نے گواہی دی ومن الناس من تشوی کون ہے ان لوں میں جو اپنے نفس کو بیچ کر مرضی الہی خریدے۔ اس تجارت میں منعمان خدا تھے، جنہوں نے سبقت کی اور اپنی حیات کو دے کر مولا کی مرضی کو خرید لیا۔ ہمارے لئے کوئی ایسا موقف نہیں ہے اس لئے ہم حیات کو بیچ کر ان کی مودت کو دے لیتے ہیں۔ جنہوں نے مرضی مولا کو خرید لیا تھا اب ان کی مودت کو ہم دے لیتے ہیں تاکہ صحیح معنوں میں یہ مودت بہترین سودا بن جائے۔

میرے محترم بزرگو۔ آنکھوں پر بیچ الاول کے معنی یہ ہیں کہ پہلے محرم سے جس غم کا آغاز ہوا تھا وہ آج ختم ہو رہا ہے۔ اس لئے نہیں کہ ہم تنگ تھے ہیں اس لئے کہ یہ سیرت آل محمد ہے کہ سترہویں سال پانچ برس کے بعد جب محتال نے قاتلوں کے سر محمد حنفیہ کے پاس بھیجے۔ میرے ان لفظوں پر غور کیجئے اور ان

ناموں کا خیال کیجئے۔ محمد حنفیہ کے پاس جب قاتلوں کے سر بھیجے اور محمد حنفیہ نے عابد بیمار کو اطلاع دی کہ فرزند رسول یہ سر آئے ہیں تو آپ نے حکم دیا کہ سید زادیاں آج اپنا سوگ تمام کریں تو اس کی یاد اس لئے آنکھوں پر بیچ الاول کو متائی جاتی ہے۔ آج کی تاریخ یعنی آنکھوں پر بیچ الاول الم و غم و ہم کی سیرت آمد کے اعتبار سے ہے۔ اور توں کی حد تک۔ نورس کی بات آپ کے علم میں ہے اس کا تذکرہ پھر کسی وقت کروں گا۔ جب میں اس کے متعلق گفتگو کروں گا تو زمانے کے امام حضرت محبت کی تخت نشینی اور تاج پوشی کے عنوان پر اگر یہ شب ہمارے لئے نکستی اہم ہے۔ کل کا دن ہمارے لئے کتنا اہم ہے۔ تاریخ اسلام کو اس سے کیا تعلق ہے کس طرح سے ہماری زندگی ہونی چاہیے۔ بہر حال آج کی حد تک یہ ہے کہ آج غم کا آخری دن ہے۔ اور آج کی تاریخ حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام سے منسوب ہے۔ امام حسن عسکری سے متعلق ایک بات کا خیال رکھیں کہ ہفتہ کا پنجشنبہ امام حسن عسکری کا دن ہے اور جمعہ امام زما سے منسوب ہے۔ پنجشنبہ کو امام حسن عسکری کی زیارت کا آخر نے ضروری خیال فرمایا ہے۔ زیارت کی صرف دو سطریں ہیں کہ کو چلے پھرے اٹھتے بیٹھتے جب پنجشنبہ ہو امام حسن عسکری کو یاد کر لینا ضروری ہے اس لئے کہ امام حسن عسکری کا ہم پر بڑا احسان ہے۔ صرف اٹھائیس برس کا سن ہے چھ برس مروت امامت اور چھ برس قید۔ احمد بن اسحاق بیان کرتا ہے یہ ہمارا اصول کافی اور فروغ کافی کا مشہور راوی ہے۔ وہ ابو محمد سے روایت کرتا ہے جس کی کینت آپ کو معلوم ہے۔ ابو محمد دو معصومین کی کینت ہے۔ حسن مجتبیٰ اور حسن عسکری کی ہے۔ یہ بھی حسن ابن علی ہیں وہ بھی حسن ابن علی ہیں۔ ان کا نام حسن بن علی ابن ابی طالب ہے اور ان کا نام حسن بن علی بن محمد ہے۔ ان کی کینت ابو محمد ہے۔ ان کی کینت بھی ابو محمد ہے۔ لیکن فقہ کی کتابوں میں حب



لفظ ابو محمد آئے تو مطلق حسن عسکری مراد ہیں اس واسطے کہ اگر امام حسن سے کوئی روایت ہو تو ہمارا راوی بھی کہے گا کہ عن حسن بن علی ابن ابی طالب وہاں کینت استعمال نہیں ہوگی۔ اس طرح سے کہ جیسے اگر روایت میں کہا جائے کہ ابی الحسن تو آپ امیر المومنین قطعاً خیال نہ کریں۔ اگرچہ امیر المومنین کی کینت ابو الحسن ہے۔ لیکن فقہ کی کتاب میں امام موسیٰ کاظم، امام علی رضا اور امام علی نقی سے اس کینت کو منسوب کرتی ہیں۔ امام موسیٰ کاظم ابو الحسن اول ہیں، امام علی رضا ابو الحسن ثانی اور امام علی نقی ابو الحسن ثالث ہیں فقہ کی کتابوں میں ہمیشہ آپ کو اس کی تشریح ملے گی کہ عن ابو الحسن اول، عن ابو الحسن ثانی، عن ابو الحسن ثالث تو ابو محمد امام حسن عسکری کی کینت ہے اور مطلقاً ان کے لئے ہی ہے۔ احمد بن اسحاق بیان کرتا ہے کہ میں سرزمین راتے پہنچا اور میں نے بڑی کوشش کی، زندان بان کو میں نے انعام کا لالچ دیا اور خواہش کی کہ میں کسی صورت سے امام سے ملنا چاہتا ہوں۔ مجھے بہت ضروری کام ہے۔ اس نے مجھ سے کہا کہ نصف شب کے بعد آنا۔ احمد بن اسحاق کہتا ہے کہ آدمی رات گزرنے کے بعد میں وہاں پہنچا تو اس نے بڑی خاموشی کے ساتھ مختلف راستوں سے گزرتے ہوئے امام کے کمرے تک پہنچا دیا۔ احمد بن اسحاق کہتا ہے کہ امام پر نظر پڑنے سے پہلے میں کمرے کو دیکھ کر رو پڑا کہ وہ اس نہم کا کمرہ تھا کہ اس میں ایک آدمی بمشکل تمام کھڑا ہو سکتا تھا۔ احمد بن اسحاق نے زندان بان سے پوچھا کہ یہ کمرہ کیسا ہے یہ جگہ کیسی ہے۔ کہا کہ یہ کمرہ نہیں ہے۔ یہ کوئی رہنے کی جگہ نہیں ہے بلکہ یہ سامرہ کے تاجداروں بوجاس نے اپنے محل کے نیچے یہ تھوڑی دیر کھڑے ہونے کے واسطے کمرہ بنایا ہے۔ یہ دریا سے متصل ہے اگر کوئی اوپر سے حملہ کرے تو بادشاہ تھوڑی دیر ستائے اور اسی راستے سے کشتی میں سوار ہو کر درجہ کے ساتے سے نکل جائے۔ یہ رہنے کا مقام نہیں ہے۔ ابن اسحاق بیان کرتا ہے کہ جہاں

آدمی بمشکل کھڑا ہو سکتا ہے وہاں چھ برس تک امام قید رہے ان امور کو یاد رکھئے دنیا سے لاکھوں انسان مر جاتے ہیں جن کی عمر اٹھائیس سال ہوتی ہے ہم کو مدت نہیں ملاتی کہ وہ اٹھائیس برس سے سن میں مر گئے بلکہ اس لئے روئے ہیں کہ وہ شقاوت جوان کے لئے روار کھی گئی، وہ ظلم جوان کے لئے جائز رکھا گیا، وہ ستم جو ان پر ڈھائے گئے، وہ مصیبتیں جو ان پر توڑ دی گئیں اگر وہ بیانیہ ان گنیں تو میں کچھتا ہوں کہ جو اس ذکر سے کہنا یہ کرے گا شاید وہ شکی ہو گا ورنہ تعجب ہوتا ہے کہ ان لوگوں نے چھ برس تک کس طرح شقاوت کو گوارا کیا۔

احمد بن اسحاق بیان کرتا ہے کہ میں امام کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں نے گفتگو کی تو آواز میں نقابت تھی اور مجھے بہت ہی فوجہ کے ساتھ سنا پڑتا تھا میں نے عرض کی فرزند ان رسول! علاج معالجے کا کوئی امکان نہیں ہے۔ ایک مرتبہ صورت دیکھی اور فرمایا، ابن اسحاق کئی مرتبہ زہر دیا جا چکا ہے۔

میں امام حسن عسکری کا احسان ہے کہ ہمارے اصول کا معائنہ کیا۔ ہماری ساری کتابوں کو پڑھا۔ ہماری ساری تفسیروں کو پڑھا۔ جہاں جہاں کئی علمی علماء کو بلا کر سمجھا دیا کہ اس کی تکمیل کرو۔ جہاں جہاں مسائل فتنہ رہ گئے تھے ان کو مکمل کر دیا۔ باب الیاس کو مکمل کیا۔ باب المیراث کو مکمل فرمایا، باب الطلاق باب الرضا کو مکمل فرمایا۔ جب فقہا کہتے کہ فرزند رسول! یہ مسکراتی رہ گیا ہے تو فرماتے لکھ لو نہ شریعت کا مقصد یہ ہے کہ یہ دو مرتبہ دین ہے یعنی جب فقہ کو مکمل کر دیا اور جب یہ جان لیا کہ اب میرے دوستوں کو قیامت تک کوئی تکلیف نہیں ہوگی قیامت تک کوئی کمی نہ ہوگی تو اس وقت فرمایا من کان فی علم ما منی مخالفاً لہواء۔ بلعاً لا مرد ولا فلحواء ان یقلل وہ کہ جب ہمارے علماء اپنے ہوا و ہوس کے



اول کے لئے ثابت ہے وہی ہمارے آخر کے لئے بھی ثابت ہے۔ گفتگو کو ختم ہونا چاہئے۔ آٹھویں ریح الاول کی صبح آتی تو تاریخ اسلام بتاتی ہے شاید جمعہ کی صبح تھی آفتاب طلوع نہیں ہوا تھا۔ نماز صبح سے فارغ ہوئے تھے۔ جمعہ حضرت جنت کے لئے اور پنجشنبہ امام حسن عسکری کے لئے مخصوص ہے۔ جمعہ کی صبح ابھی طالع نہیں ہوئی تھی کہ آپ نے اپنے فرزند کو طلب کیا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ سامرہ کے قید خانے میں کل تین آدمی تھے یا امام حسن عسکری تھے، یا پانچ برس کا صاحبزادہ تھا یا ایک کنیز تھی۔ اس کے علاوہ پندرہ نہیں چلتا وطن دور، مایہ زور، چھ کار و متہ بہت دور۔ بار بار اپنے جد کو سلام کرنے اور کہتے السلام علیک یا رسول اللہ السلام علیک یا جدہ حضرت جنت کو بلایا، اسرار امامت سپرد کئے اور ایک ایسے عالم میں بندگی الہیہ میں مصروف ہو گئے۔ غلام خاص کا طور بیان کرتا ہے کہ میں نے دیکھا کہ امام کے چہرے پر کبھی سرخی دور تھی کبھی سبزی آجاتی تھی اور کبھی زردی طاری ہو جاتی تھی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ زہر بڑی تیزی کے ساتھ اثر کر رہا ہے پائے اقدس متوہم ہو چکے تھے۔ ہاتھ میں شدید ریشہ تھا۔

جام آب طلب کی مگر مرعشہ کی وجہ سے پانی لبوں تک نہ جاسکا۔ پانچ برس کے صاحبزادے سے فرمایا: تم اپنے ہاتھوں سے اپنے باپ کو پانی پلا دو آخری مرتبہ ہماری یہ خواہش ہے۔ تاریخ ائمہ میں یہ واقعہ مثال ہے کہ اس طرح کی تنہائی ہو اور پھر اکیلا یہ صاحبزادہ ساتھ ہو اور اس صاحبزادے کو یہ یقین ہو کہ میرا باپ مجھ سے جدا ہو رہا ہے مجھے معلوم ہے کہ جب امام رضا سفر کے لئے جارا ہے تھے تو امام تقیؑ جو اذکاسن چھ برس کا تھا جب تقیؑ جو اذکاس کا علم ہو گیا کہ میرا باپ لوٹوان کعبہ کر چکا ہے اور گھوڑے پر سوار ہو رہا ہے تو امام تقیؑ جو اذکاس پر بیٹھ گئے اور دُکھ کو اپنے سر پر ڈالنا شروع کیا۔ امام رضا کی نظر بڑی تو کھائی یا یہ کیا کر رہے ہو۔ عرض کی بابا جان جیس

مخالفت کریں اور اپنے مولا کے حکم کی اطاعت کریں۔ پس اس وقت عوام کے لئے لازم ہے کہ ایسے علماء کو تنقید کریں۔ تو یہاں علماء کی تقلید کو کھول دیا۔ باب اجتہاد کو کھول دیا۔ تدوین کو مکمل کر دیا اس کے بعد جب یہ دیکھا کہ ستم پر ستم ڈھاتے جا رہے ہیں تو اسی کی مرضی سے فہم مغزی کا حکم دیا کہ جس کا نتیجہ غیبت کبریٰ ہے۔

یہ ہے وہ مختصر سی تاریخ کہ جس کا جاننا آپ سب پر لازم ہے۔ راوی کہتا ہے کہ اتنے نگین قید خانے میں آپ نے علماء سے پوچھا فضل بن شہزاد کی کتنی کتابیں ہیں۔ لوگوں نے عرض کی ایک سو اسی کتابیں ہیں مگر شیعوں پر۔ فرمایا سب کی سب کتابیں حاضر کرو۔ جب ایک سو اسی کتابیں آگئیں تو ان کو شروع سے آخر تک پڑھا کہ اس کے آخر میں دستخط فرمادیئے اور کہا کہ خدا افضل کرے فضل بن شہزاد پر یہ مقررہ تین مرتبہ فرمایا اور فرمایا کہ میں اپنے دوستوں کو اجازت دیتا ہوں کہ ان کتابوں پر اپنے احکام کو مختصر کر دیں اور اشتباہ احکام کے لئے ان اصول سے مراد لیں۔ آپ ہی سے تفسیر مروی ہے۔ آپ ہی سے وہ تمام روایت مروی ہیں جو ہمارے پاس موجود ہیں۔ یہ کوئی خیال نہ کرے کہ امام حسن عسکریؑ کا کبھی تذکرہ نہیں ہوتا۔ یہ اور بات ہے کہ ہم ننسوں قطعی کی بنا پر مجبور ہیں فقط ذکر حسینؑ اور ذکر علیؑ کے لئے یہ پھر کبھی عرض کروں گا کہ اس کی مصلحت کیا ہے فقط اس واسطے کہ اگر عالم اسلام ان دونوں پر متفق ہو جائے تو بارہ کے بارہ پر متفق ہو جائے گا اس لئے حکم دیا کہ ان دونوں کے تذکرے کو جاری رکھو زینوا مجالسکم بکسر علیؑ یہ نفس قطعی ہے دوسری نفس قطعی امام رضاؑ کی ہے یا اجتہاد شیب ان کنت جاکیا علی حق جدنا۔ اے شیب اگر تجھ کو کسی بات پر رونا آتے تو ہمارے جد غریب پر رو پر روئے۔ ان ہی دونوں نفس قطعی کی بنا پر کبھی علیؑ کا تذکرہ کرتے ہیں کبھی حسینؑ کا ذکر کرتے ہیں۔ ورنہ امام حسن عسکریؑ کا ذکر بھی یہی منزلت رکھتی ہے یہی مقام رکھتا ہے عمالوتنا ولا خوتنا جو ہمارے



تھے تمام علماء جمع ہو گئے۔ سارے لشکر جمع ہو گئے سارے عسکر جمع ہو گئے تمام  
سامرہ کے مسلمان جمع ہو گئے۔ بغداد کو اطلاع ملی بغداد کے لوگ آ گئے۔ راوی کہتا  
ہے کہ آٹھ میں کسی کی لاش اس شان سے نہیں اٹھی۔ پورا سامرہ لاش کے  
ساتھ شایعت جنازہ میں اس طرح سے آگے بڑھا کہ ساری دنیا کو حیران ہے معتقد  
آگے آگے وزیر اس کے ساتھ ساتھ علماء پیچھے پیچھے پورا شہر ساری دکانیں  
بند بغداد کی پوری خلقت آئی، اس طرح گیارہویں امام دفن ہوئے امام علی  
نفی کے پہلو میں۔

واقعہ کو صدیاں گزر گئیں۔ تاریخ بتاتی ہے کہ ایک مرتبہ بنی عباس کے  
آخری دور میں آخری بادشاہ سامرہ کی سیر کو چلا۔ امام علی نفی اور امام حسن عسکری  
کے روئے پر پہنچا۔ پوچھا یہ کس کی قبر ہے لوگوں نے کہا یہ امام علی نفی کی قبر ہے۔  
یہ شیعوں کا دوسواں امام ہے اور یہ شیعوں کا گیارہواں امام ہے۔ اندر گیا۔ زیارت  
کی اور زیارت کر کے دیر تک قبر کو دیکھتا رہا اس کے بعد واپس گیا۔ لوگوں نے  
کہا کہ آپ یہاں تک جب آتے ہیں آپ کے دادا کی قبریں بھی یہاں موجود ہیں  
یہیں توکل دفن ہیں۔ یہیں محمد دفن ہیں۔ یہیں محمد کا بیٹا دفن ہے یہیں متوکل کا  
باپ دفن ہے۔ کہا چل کے دیکھ تو لیجئے وہ چلا۔ پیچھے پیچھے دیکھا تو کھلمیدان ہے  
اجڑی ہوئی قبریں ہیں جالوڑوٹ رہے ہیں۔ کوئی اس طرف جاتا نہیں مٹی کے ڈھیر  
پڑے ہوئے ہیں اس نے خاموشی سے ان قبروں کو دیکھا۔ وزیر نے کہا اب آپ  
نعت حکومت پر ہیں یہ آپ کے اجداد کی قبریں ہیں۔ وہ محمد کے پوتوں کی قبریں ہیں  
معلوم نہیں کہ دینے جن پر ظلم کئے ان کی قبریں بن رہی ہیں اور دنیا میں جینوں  
نے حکومت کی آج وہ اجڑی ہوئی حالت میں ہیں۔ تو یہ آپ کے اجداد کی قبریں  
ہیں۔ یہ مناسب نہیں کہ آپ کی حکومت کا اقدال ہے اور آپ کا بیت المال ہے

کو اپنے یتیم ہو جانے کا ظلم ہو وہ کیا کرے۔

یہ اور واقعہ ہے کہ اس کس مساجد سے کو دیکھتے معلوم ہے کہ باپ دنیا  
سے جا رہا ہے مگر راوی بیان کرتا ہے کہ کمال صبر کی تصویر تھے حضرت جنت نے اپنے  
باپ سے اپنے باپ کو پانی پلایا۔ اپنے ہاتھ سے اپنے باپ کو وضو کرایا۔ احکام واجب  
وضو ادا کئے۔ اپنے ہاتھ سے اپنے پدر گرامی کا حج کیا۔ اب اس کے بعد اپنے پدر گرامی  
کو قبلہ رخ کیا۔ نماز میں مصروف ہو گئے تو ظلم بیان کرتا ہے کہ میں نے دیکھا حضرت نے  
زمین کے اوپر سجدہ کیا اور اسی سجدے کی حالت میں یہ آواز دی یا عنیث  
المستغیثین۔ امام حسن عسکری کی یہ عجیب روایت یاد ہے۔ بہر حال مجھے اور آگے  
جانا ہے تاکہ آپ پر واضح کر دوں کہ میں آپ کو کیوں زحمت دے رہا ہوں۔

ایک مرتبہ نماز سے فارغ ہو کر آواز دی یا مبنی بیٹے کا نام لیا۔ وہ نام کہہ کر  
کو بغیر مکمل تعظیم کے نہیں لے سکتے، بیٹے کا نام لیا اور کہا دیکھو تمہارا باپ تم سے خست  
ہو رہا ہے تم چلے جاؤ۔ دیکھو بیٹا! قبل اس کے کہ کوئی تم کو دیکھے چلے جاؤ۔

راوی کہتا ہے کہ میں دیکھ رہا تھا کہ امام بار بار کہہ رہے تھے کہ چلے جاؤ لیکن  
امام جانا نہیں چاہتے تھے۔ میں نے دیکھا کہ صاحبزادہ ایک قدم آگے بڑھا اور بولا یا  
بابا جان کہاں ہیں۔ حسن عسکری کہاں ہیں راوی نے کہا کہ حسن عسکری دنیا سے چلے  
گئے۔ کہا بلاؤ علماء کو علماء سامنے آئے، چادر کو ہٹا کر کہا کہ دیکھو ان پر کوئی آثار نماز  
کے نہیں ہیں نزات کے نشانات نہیں ہیں، ان کو زہر نہیں دیا گیا۔ اعلان کر دو  
اور اس کے بعد محمد نے کہا کہ میرے سامنے ان کی لاش باہر لائی جاتے۔ چھو برس کے  
بعد امام حسن عسکری کا جنازہ باہر لایا گیا اب تمام تاریخیں اس بات پر متفق ہیں کہ  
جو نہی جنازہ باہر آیا سرمن رائے میں ایک آواز آئی یا ابن السہم ضہاء اے رخصت  
بیٹے! یعنی اہل سامرہ امام کو اس طرح پکارتے تھے۔ جب لاش باہر نکلی، یزید میں



اپنے آباء و اجداد کی قبریں تیار کریں اور ان کے رونے تیار کریں۔

راوی بیان کرتا ہے جو وزیر ہے کہ اب تک صبح سے وہ بڑے سکون و وقار کے ساتھ خاموش کھڑا تھا۔ جب یہ جملہ ختم ہوا تو بے اختیار اس کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوئے۔ کہا کہ تو کیوں پوچھتا ہے ان باتوں کو۔ اس لئے کہ خدا نے ہمارے آباء و اجداد کو ذلیل ہونے کے لئے پیدا کیا تھا۔ اور آل محمد کو عظمت کے لئے پیدا کیا تھا۔ یہ دنیا کے خزانے صرف کر دیں یہ قبریں آباد نہیں ہوں گی۔ دنیا کی دولتیں لگا دیں یہ رونے انہیں کے بنتے ہیں جن کو خدا عظمت دیتا ہے اور ان کو دنیا سلام کرتی ہے تو یہ رونے نہیں بن سکتے۔ جن کو خدا نے قابل سلام بنادیا ہے ان کے رونے بنتے ہیں۔

یہ جملے آپ کی خدمت میں عرض کر دیئے گئے۔ تاریخ کا یہ ایک اہم واقعہ ہے۔ اگر یہ اہم واقعہ آنے والی کسی تقریر سے شاید مربوط ہو جائے مگر یہ بڑی کام کی بات ہے کہ بادشاہ کا یہ کہنا کہ اگر میں سارا بیت المال بھی اپنے آباء و اجداد کی قبریں بنانے میں صرف کر دوں تو وہ قبریں کبھی آباد نہ ہو سکیں گی جن کو خداوند عالم آبادی دے، جن کو خداوند عالم عظمت و عزت دے ان کی قبریں اسی قابل ہوتی ہیں۔ جن پر صبح سے شام تک اور شام سے صبح تک سلام کرنے والے سلام کرتے ہیں۔ ہم بھی آج اپنے امام کو بڑی دور سے سلام کرنا چاہتے ہیں۔ سلام ہو فرزند ان رسول! اے امام حسن عسکری آپ پر سلام ہو۔ اس لئے سلام کہ آپ مدوین کے حاکم ہیں اور اس لئے سلام کہ جس کا دور ہے یہ لازم ہے کہ اس کے لئے تعزیت کی جائے۔ تعزیت بھی جو جس کا دور ہے۔ یہ عجت کا دور ہے۔ اس لئے رسم تعزیت بھی مکمل ہوا ہے زمانے کے امام! اللہ آپ کو صبر دے۔ آپ کے پدر گرامی کے غم میں پہلی محرم سے جو ذکر شروع ہوا تھا وہ اب ختم ہو چکا ہے حضرت

ججت اگر اجازت دیں، اس لئے کہ میں ان کو حاضر و ناظر سمجھتا ہوں۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ جہاں وہ مصیبت سمجھتے ہیں وہاں موجود ہیں اگر وہ اجازت دیں تو میں ان کی بارگاہ میں سلام اور بندگی کے بعد عرض کروں کہ کیوں مولانا اگرچہ آپ کے پدر گرامی کا ماتم ہے اگرچہ آپ کے پدر گرامی کے ماتم کا دن ہے لیکن آپ ہی کی انصاف کی موجودگی میں اس غم کو ختم ہو نا چاہئے۔ ذکر حسین کو ختم ہونا ہے کہ پہلی محرم سے جس غم کو شروع کیا تھا آنکھوں میں ریح الاول کو اس غم کو ختم ہونا ہے۔ تو پھر ہمیں سے میں عرض کروں کہ مولانا یہ نامناسب ہو گا کہ امام حسن عسکری باوجود قربت باوجود مصیبت، باوجود قید، باوجود درد و آلام کی طمانیت تھی امام کو ایک سکون تھا، امام کو اطمینان یہ تھا کہ اگرچہ میں تنہا ہوں لیکن اس وقت میرا ایک بچہ تو ہے۔ اس وقت میرا ایک بچہ میرے ساتھ ہے۔ اگرچہ کس نہی مگر جو اتنی طانت رکھتا ہے کہ دشمن آئے تو پردے میں چلا جائے۔ دشمن پانہ سکے۔ بڑی توجہ سے سنئے! یہ سکون ہے قلب امام یازدہم کو کہ میرے بعد میرے بچے کو کوئی تکلیف نہیں دے سکتا میرے بعد میرے بچے کو کوئی طمانچہ نہیں مار سکتا۔ آپ سمجھ رہے ہیں نا! میں اپنی تقریر کو پہلی ختم کرنا چاہتا ہوں اور حضرت ججت ہی سے اجازت لئے کر ختم کرتا ہوں کہ فرزند رسول! یہ مقدّر ہو چکا تھا کہ آپ کو معتمد نہ دیکھے۔ یہ مقدّر عطیہ الہی تھا کہ کوئی لشکر والا کوئی دنیا کا انسان کوئی دنیا کی طانت آپ کو پردے سے باہر نہ لاسکے۔ اگرچہ آپ کا سن پانچ برس کا تھا۔ مگر جانے والا باب اس بات کا یقین رکھتا تھا کہ میں مطمئن ہوں۔ میں تو جا رہا ہوں میرے بچے کو کوئی دکھ نہیں دے سکتا۔ میرے بچے کو اب کوئی تکلیف نہیں پہنچ سکتی۔ دو جملوں کی اجازت دیجئے کہ ہائے حسین! اب نہیں معلوم کہ میرے لئے کون سا واقعہ قابل ذکر رہ جاتا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ جب آپ غم کو ختم کریں کسی ایسے واقعہ پر اگر غم کو ختم کرو۔ شاید حسین



ابن علی رضی اللہ عنہ پر سن رہے ہوں تو بے چین ہو جاتیں۔ ہاں! فرزندِ رسول! یہ عجب واقعہ ہے کہ آپ بھی گھوڑے پر سوار ہو چکے تھے۔ آخری منزل تھی بہنوں کو رخصت کر چکے تھے۔ عباسؓ نہ تھے علی اکبرؓ نہ تھے۔ عیسیٰ و محمدؐ نہ تھے۔ قاسمؓ نہ تھے۔ کوئی یار و ناصر نہ تھا۔ ہاں آپ اکیلے تھے۔ عین کو دیکھا یا رکو دیکھا نظر میں نہ آتا تھا۔ وہ اپنی جانب کو دیکھا، باتیں جانب کو دیکھا جب دیکھا کوئی نہیں ہے تو کہا ذوالجناح چلے یہ آخری سواری ہے۔ جرنی ذوالجناح نے ارادہ کیا ایک مرتبہ گھوڑا رک گیا پوچھا کیوں چلتے نہیں۔ کہا مولانا! یہ دیکھتے، آپ نے دیکھا تین برس کی بچی گھوڑے سے لپٹ گئی آپ گھبراتے نہیں آپ پریشان نہ ہوں آپ حیران نہ ہوں یہ ہماری آخری مجلس ہے۔ یہ ہمارا آخری غم ہے۔ اس کے بعد پھر ہماری محافل ہیں۔ پھر ہمارے جشن ہیں۔ سیرت کے جلسے ہیں۔ محفل و میلاد ہیں۔ ہم بھر بھر کے ساتھ ہیں لیکن آج غم کا خاتمہ ہے۔ اس لئے تمنا کے ساتھ کہ اگر کوئی کمی رہ گئی ہے تو مکمل ہو جائے یہ دو چار جلسے سنئے کہ حسین گھوڑے سے اترے۔ بیٹی کو گلے سے لگا لید کیوں سکینے کیا ارادہ ہے۔ عرض کیا بابا جان! کہاں جا رہے ہو۔ فرمایا میں وہاں جا رہا ہوں جہاں جا کر سافرواپس نہیں آئے۔ سکینے نے عرض کیا بابا! ہم کو اپنے نانا کے رونے پر پہنچا دیجئے ارشاد فرمایا سکینے! پہنچا تا ضرور مگر کیا کروں بیٹی! اسے بند ہیں۔ سکینے نے کہا بابا! اگر اجازت نہیں ہے تو تھوڑی دیر رک جاتیں۔ ارشاد فرمایا سکینے! کیا چاہتی ہو۔ کہا بابا! اجائیے۔ امام بابا بار پوچھتا ہے۔ سکینے چلی جاؤ۔ بھی سینے سے لپٹ گئی تھوڑی دیر بھی سوئی اس کے بعد کھڑی ہو گئی اور کہا بابا! خدا حافظ فرمایا سکینے! سینے پر سو کر کیوں اٹھ پڑی۔ کہا بابا! میں سوئی تھی خواب میں دادی آپیں تھیں۔ مجھ سے کہہ رہی تھی سکینے! حسین! کو نہ رو کو جانے دو عصر قریب ہے۔

الاعوذ باللہ علی القوم الظالمین من یوماہذ الی یوم الدین

## ذکرِ حسین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

۱۳۱۰ھ کا آغاز ہمارے قری سال کی ابتدا اوبہار و خزاں کی پابند نہیں یعنی توحید کے پرستار موسم پرست نہیں کہ ان کی عید صرف بہار میں آئے تاکہ برید میں سامان بہار جیتا رہے۔ ہمارے لئے کبھی چیلو لانی دھوپ کے روزے ہیں تو کبھی کرکڑا تے جاٹے کی سحر۔ پتے ریختان کی قیامت خیز لو کبھی حاجیوں کا استقبال کرتی ہے تو کبھی بادِ شمال کے کلبجہ ہلا دینے والے سرد جھوٹے صفا و مروا کے درمیان سہمی کی لذت کو دہلا کر دیتے ہیں۔ یہ بھی عجیب اتفاق ہے کہ ہجری سال کا آغاز محرم سے ہوتا ہے تاکہ نئے سال کو مسرت و انبساط کے لئے معنی اور فانی لذتوں سے بٹا کر تجدید عہد و وفا اور جذباتِ فدویت و ایثار سے شریک بن جائے۔ یہی عہد کہ اعلائے کلمہ حق کے لئے پیغمبرِ آخر الزماں کا ہر امتی کسی قربانی سے دریغ نہیں کرے گا۔ اور یہی جذبہ ایثار کہ حفاظتِ اصولِ اسلام کے لئے اگر ترکِ وطن لازمی ہو تو منظور۔ اسے اگر پناہ گاہ سے ہٹن پڑے تو قبول ہو۔ اگر منظم طاقتوں کی اکثریت سے اپنی اقلیت کے باوجود ٹکرائنا پڑے تو ماسوا اللہ کے بے خوف ہو کر انسان ٹکرا جائے۔ عرض بر مسلمان اپنے خیر راوی عالم میں بھی ختمی مرتبت کے چھوٹے نواسے



کے مذکرے کو سن کر آثارِ غم کو دیکھ کر غم و محن کی ایک لہر کو محسوس کر کے ایک عزیزِ مہتمم کرتا ہے کہ اگر خالقِ روح و جسد کو یہ پسند ہو کہ امرِ حق میں روح و جسد کا ہر تعلق منقطع ہو جائے تو ہم اس کے لئے ہر وقت تیار ہو جائیں۔

مشیتِ الہی یہ ہے کہ راہِ محبت کا ہر مسافر بغیر امتحان کے نہ رہے حسب الناس ان یشوکان یقول امنا و ہم لا یفتنون کیا انسان بھی گمان کرتے ہیں کہ ان کو معرفت اس لئے بغیر امتحان چھوڑ دیا جائے کہ وہ اپنے آپ کو ایمان دار کہتے ہیں نہیں لقد فتنا الذین من قبلہم ہم نے ان سے پہلوں کو بھی آزمائش میں مبتلا کیا تھا اور ظاہر ہے کہ

برکہ و ریس بزمِ مقرب تر است

جامِ بلا پیشتر شش می دہند

موالیدِ ثلاثہ کی حدِ آخر پر انسان کھڑا ہے۔ صاحبِ عقل و شعور ہے۔ حاصلِ ہوش و حواس ہے اور اظہارِ انا پر مجبور۔ اگر اس انا کی نمائش میں صرف لذاتِ دنیا کی ہوس اور غیر حق کی پرستاری ضمیر ہے تو یہ انا ترقی سے محروم اور جاہل ہے اور قانونِ الہی بھی اس کو ایک طویل مہلت دینے کے لئے تیار ہے اور مقصدِ خلقت کو پہنچانے اور انسان کو مسلسل ترقی سے آشنا کرتے ہوئے ملکوئی حد و تک پہنچانے کی کوشش میں اگر کوئی اپنی انا کو رہبری کے لئے پیش کرے تو مشیتِ الہی برکام پر ایک نیا امتحان لیتی ہے اور ہر نفس پر اس کو ایک نئی آزمائش میں مبتلا کیا جاتا ہے۔ تا علاجِ خشکی آسائش و بجز و ہد

خار باد در بگزار ہمیں ان انداختہ

یہی وہ منزلِ ابتلا ہے جہاں ابوالبشر ثابت قدم رہنے کی دعائیں مانگتے

ہیں اور جہاں نورِ سماوی اور العزمِ اپنی قوم کے ہاتھوں حیران و پریشان نظر آتا ہے اور ہاں یہی وہ مقامِ آزمائش ہے جہاں باپ بیٹے کو تہ تیغ رکھتا ہے اور قد صدقت الروایۃ ان کذا لک فی جزی المحسن کے خطاب سے سرفراز کیا جاتا ہے لیکن امتحان کے مراتب ہیں۔

طفیان ناز بین کہ جگر گوشہ خلیل

آبدہ ز ریتخ و شہید س نمی کنند

اسی راہ میں یعقوب کو یوسف کے فراق میں مبتلا کیا جاتا ہے اور یوسف عیناً من الحزن کے عنوان سے تاریخِ محبت لکھی جاتی ہے یہی وہ موقفِ امتحان ہے جہاں پیغمبری عطا کر کے بندگی کی آزمائش مطلوب ہے

عنقی یوسف را دریں گودا برینا اس غرفت

بندگی خواہد پیروز ادگی منظور نیست

انشاء اللہ یہ انہی بندوں کی آزمائش ہے جن کو قدرت نے منتخب کیا ہے اس دربارِ محبت میں ذکر یا بیکار رہے ہیں وہ بلا ترقی و امانت خیر الوار نہیں اور ذوالنون پکار رہے ہیں لا الہ الا انت سبحانک انی کنت من الظالمین

بندگی کی قدروں کو جب تو لاجا تا ہے تو طاقوتی دربار میں بھی کیا سر پیش کیا جاتا ہے اور عیسیٰ دنیا کی صعوبتوں کو برداشت کرتے ہوئے صلیب تک پہنچ جاتے ہیں جوہرِ فردانیت مقصدِ لولاک مطلوبِ الہی ختمی مرتبت کے لئے ابتلا و آزمائش کے مراحل تھے لیکن سب سے کہیں زیادہ یہاں تک کہ ماوڑی نبیا کہا اور نبیت کی حقیقت نمایاں ہو گئی۔ گذر منزلِ تسلیم و رضا مشکل ہے

جن کے رتبے ہیں بوالاں کو سوا مشکل ہے



سنت الہی اس طرح سے جاری و ساری رہی۔ انبیاء و اولیاء کا امتحان یہ جاتا رہا۔ اور راہ حق سے انحراف اور حکم انبیاء سے عدول کرنے والی قومیں قانونی نزول عذاب الہی کی زد میں آئیں اور تباہ ہو کر رہ گئیں۔

ستیزہ کار رہا ہے ازل سے تا امروز

چراغ مصطفوی سے شراب بولہبی

اعلائے کلمہ حق کے لئے جن نفوس قدسیہ نے اپنے آپ کو پیش کیا تھا۔ ان کی دولت و ثروت نے نہیں ان کی حکومت و سلطنت نے نہیں بلکہ ان کے فقر و مبصر و اقامت علی الحق نے ان کو ہمارے لئے قابل تقلید بنا دیا۔ نیک و بد، کذب و صدق، غلو و ور یا حق و باطل کی پیکار میں جب کبھی بے دریغ قربانی کا وقت آیا ہے تو وہی زندگیاں ہمارے لئے نمونہ قرار پائیں۔ مقصد معین تھا لیکن اشخاص نے رہنمائی کی چونکہ مقصد خود اپنے آپ کو بدو شخص متعارف نہیں کر سکتا اس لئے محیط وحی نے تفکین کو ان فی ترقی کے لئے لازمی قرار دیا ہے۔ فطرت ان فی کے غلط پہلو ہوس زدہ انسانوں کو جبلت اکتاب کے غلط راستوں پر ڈال دیتے ہیں۔ وہ ہر قیمت پر انسان سے انسان کی بزرگی چھین لینا چاہتے ہیں۔ یہاں تک کہ اگر یہ ظاہر ہو کہ کسی کا جذبہ روحانیت اہل عالم کے لئے جاذب قلب و نظر بن رہا ہے تو وہ اس کو برداشت نہیں کر سکتے اور ان کی ہوساکیوں کی قربان گاہ ایسے انسانوں کی بھی بھیٹ مانتی ہے جو دنیا کے طالب نہیں جن کو حکومت و سلطنت سے رابطہ نہیں لیکن جن کی اقامت علی الحق عام انسانوں کی نگاہوں میں ان کو ایک بلند ترین منزل عطا کرتی ہے یہی وہ میدان کارزار ہے جہاں حکومت و سلطنت دوستان خدا سے ٹکراتی ہے۔ اور ان سے مبارزت طلب ہوتی ہے اور جب طلبہ و اراکین حق اس کے جواب کے لئے مقابل میں آجاتے ہیں تو پھر حق و باطل کا معرکہ نہیں

تازہ ہو جاتا ہے ازل سے یہی ہوتا آیا ہے۔ اور یہی ہوتا رہے گا۔

نہ ستیزہ گاہ جہاں حق نہ حریف پھر نکلے

وہی فطرت اسد الہی وہی مرجی وہی مشری

انسانی فطرت کی وحید گیاں ہر دور میں تاریخ کے صفحات پر ابھرتی ہیں اور

جب جبلت اکتاب ظلم پر آتی ہے تو پھر انسان صفت و صانع اور منافق و مناف

کا عادی ہو جاتا ہے انسانیت کی اصلاح جن بندوں کے ذمہ ہے وہ سنت الہی کی

پیروی کرتے ہوئے کبھی فتد و پیکار کو اپنی مدافعت و مصالحت سے روکتے ہیں۔ اور

کبھی خنجر بدست اور سرکف ہو کر اجتماعی زندگی میں۔ اصلاح کی یہی دو صورتیں

ہیں۔ اور سنت رسول قاطعہ زیر کے دونوں بچوں نے اسی شان سے اپنے فرض اصلاح

کو ادا کیا۔ حکیم مشرق نے اس مسئلہ کو یوں نظم فرمایا ہے۔

آں کہ شمع مشبتان حرم

حافظ جمعیت خیر الامم

تانشید آتش پیکار و کیس !

ہشت پازد بر سر تاج و نگین

آں دگر مولائے ابراہیم جہاں

حریت بازوئے اسرار جہاں

در نوائے زندگی سوز از حسین

اہل حق حریت آموز از حسین

دونوں بھائیوں کے پیش نظر ایک ہی مقصد تھا۔ اور اسی مقصد کی تکمیل

کے لئے کسی نے جام زہر نوش فرمایا اور کسی نے زیر خنجر مجیدہ معبود ادا کیا۔

لہذا جب رجب کا مہینہ تھا کہ فرزند رسول انقلین نے اپنے مقصد کا



لکھے کہ فرزند رسولؐ نے روضہ رسولؐ کی حرمت کا بھی خیال نہ کیا۔ لاکھوں مسلمان  
پر سمجھتے رہے کہ مدینے سے فرزند رسولؐ نکلے ہیں شاید کہ مکہ میں قیام ہو۔ حج کے  
فراتر امام کے ساتھ ادا ہوں گے۔ لیکن پاس حرمت کعبہ نے اس پناہ گاہ کو چھوڑنے  
پر بھی مجبور کیا۔ ذی الحجہ کی سات تاریخ کو آخری خطبہ ارشاد فرمایا۔ اہل بیتؑ کو  
اور طاقتوں پر کھٹکوا فرماتے ہوئے موت کے یقینی ہونے کا ذکر کیا اور پھر صاف طور  
پر اعلان فرمایا کہ صحرا کے درندے عراق کی سرزمین پر میرے جسم کے ٹکڑے ٹکڑے  
کر رہے ہیں لیکن اس سے مفر نہیں کوئی اور راہ گز نہیں پس یہ فیصلہ ہے کہ رضائے  
اللہ رضائے اہلبیت ہم اہلبیت کی وہی مرضی ہے جو خدا کی مرضی ہے۔

یہ ہیں وہ ناموس کعبہ جنہوں نے کعبہ کا اس قدر خیال کیا لیکن کیا دینا تے نہیں  
دیکھ لیا کہ ۷۳ھ کے آخر تک طاقتوں اور یزیدی لشکروں نے فرزند رسولؐ  
کا خون بہا کر اتنی جرات و جسارت پیدا کر لی تھی کہ ان کے آگے نہ خواب گاہ رسالت  
کی کوئی قدر تھی اور نہ حریم کعبہ کی دونوں مقامات کو روند ڈالا گیا۔ مسجد رسولؐ کی  
بے حرمتی کی گئی اور رضائے کعبہ کے پردے کو آگ لگا دی گئی۔ فرزند رسولؐ نے  
بہیں پیش کوئی زمائی تھی کہ میرا ابو بہا کر تم جری ہو جاؤ گے۔ تم کسی کی حرمت کا خیال  
نہ کرو گے اور بالآخر حرف بہ حرف وہی ہوا جو فرزند رسولؐ نے کہہ دیا تھا۔ ۸۰ھ  
ذی الحجہ کو مکہ سے یہ قافلہ چلا۔ ۹۰ھ ذی الحجہ کو آل محمدؑ کی طرف سے پہلی تسبیانی  
کوڑہ کے دارالامارہ میں دی گئی اور ابن زیاد نے حضرت مسلم بن عقیل کو عید  
کے دن قتل کر دیا وہ مسلم ہوا اگر کوڑہ نہ بھیجے جاتے تو شاید کہ بلا کی جنگ کا نقشہ ہی کچھ  
اور ہوتا لیکن مرضی معبود یہی تھی غرض کوڑہ کی طرف اس قافلہ کا رخ تھا کہ حکومت  
کی فوجوں نے راستے بند کر دیئے اور دشت مینو امین فرات کے کنارے غاضر یہ  
سے متحیل کر بلا کی زمین پر یہ قافلہ اترا۔ کاروان سالار نے زمین پسند کی۔ پچھن

کا اعلان فرمایا اور مروج رسالت پناہ کو تھام کر اپنے معبود کو یوں مخاطب کرنے  
کی عزت حاصل کی۔

خداوند! یہ تیرے نبی محمدؐ کی قبر ہے اور میں تیرے نبی کی بیٹی کا بیٹا ہوں۔  
خداوند! وہ وقت قریب آگیا جس کا مجھے علم ہے۔ میرے پروردگار مجھے چن لے  
اس مقصد کے لئے جس میں کہ تیری اور تیرے رسولؐ کی خوشنودی ہو۔  
رضائے حق کے جو یا نے مدینہ سے نکلتے ہوئے اپنا ولایت نامہ تحریر فرمایا  
آغا زرمیت میں خدائے قدوس کے ایک ہونے اور اپنے نانا کے رسولؐ برحق  
ہونے کی گواہی دی اور جنت و نار و نشر کی شہادت دی اور پھر یہ  
اعلان فرمایا۔

ترجمہ میں نند و نناد کے لئے گھر نہیں چھوڑ رہا ہوں میں مدینے  
سے جا رہا ہوں فقط اس لئے کہ امت جہد کی اصلاح کروں۔  
مدینے سے نکلتے ہوئے شاہ حجاز مدینے کے ہر انسان کو اپنے ساتھ لے کر  
نکل سکے اگر ملک گیری کا خیال واسن گیر ہوتا۔

مدعا نش سلطنت بودے اگر

خود نہ کردے باچنیں سامان سفر

اپنے گھر والوں کو لے کر نکلے چند کسں بچے۔ چند بیابان چن لے جو ان۔ پھر وہ  
قافلہ جو جہاد حقیقی کے لئے نکلا۔ رات کی تاریکی میں نہیں دن کے اجالے میں  
نکلے۔ اعلان کر کے چلے کفر کی دنیا بہتی رہ گئی کہ اگر حسینؑ اب چلے تو ان کے گرد راہ  
سے بھی مطالبہ بیعت ناممکن ہو جائے گا۔

اور ادھر سید الشہداءؑ نے بھی طے فرمایا تھا کہ کسی صورت مدینہ چھوڑ  
دیا جائے تاکہ موال بیعت پر اگر طاقی پھر جائے تو آنے والا مورخ کہیں نہ



جہاں دیکھائیں۔ جو انہوں نے غلاموں کے رنگ دکھائے۔ بچوں نے مسکرا کر جابیں دیں۔ ۸۰۰ بنی ہاشم ٹپ کر گئے۔ جعفر طیار سے پوتے حیدر کرار کے نواسے عون و محمد شہید ہوئے جس کی سبقت کی نشانی قائم ابن حسن شہید ہوئے حیدر صفدر کے نور نظر مارے گئے۔ عباس ترانی سے بھڑاٹھے۔ علی اکبر نے داغ مفارقت دیا۔ سچین پاک کی پوری پوری نمائندگی تھی۔ آخر میں سرور و را قافلہ سالار تاج احمد میدان میں تشریف لائے۔ آخری جنگ کی اور بار بار فرماتے تھے محمد کا نواسہ ہوں فاطمہ کا بیٹا ہوں، علی کا نور نظر ہوں مجھے نہ مارو تم کو جین نہ ملے گا۔ میری رگوں میں فاطمہ کا دودھ ہے محمد کا ابو ہے بیعت مجھ سے ناممکن ہے۔ میرا بیعت کرنا نازید فاسق کے ہر امر کو تسلیم کرنا ہے مجھے اسلام کو بچانا ہے لو یہ میرا سر حاضر ہے۔

محرم کی دسویں، عصر کا وقت تھا کہ سرناپہ قدم زخمی ہو کر گھوڑے سے زمین پر تشریف فرما ہوئے۔ عصر کی نماز ادا کی۔ بیعت کے لئے ہاتھ نہ اٹھے سجدہ معبود میں سر کاٹ کر زمین سے اٹھالیا۔

بنگزیہ از عشق کہ دل بند پو کتاب

بر خاک سجدہ ریز و شہیدش بھی کشد

یہ ہے وہ عظیم المرتبت قربانی جس کا ذکر ہر سال دہرایا جاتا ہے اس لئے کہ دنیا نازیدیت سے نہ گھبراتے۔ اس لئے کہ اقلیت اکثریت سے پریشان نہ ہو کیونکہ زحمات اور مصیبتوں پر مصروف ہو کر غافل ہو جاتے۔ اس یاد کو تازہ کیا جاتا ہے کہ اب بھی یزیدی طاقتیں موجود ہیں۔

موسیٰ و فرعون و شبیر و یزید

اس دو قوت از حیات آید پدید

کا دعدہ یاد آیا اور ساتھ نانا بھی یاد آگئے۔ دوسری محرم تھی کہ لشکر جمع ہونے لگے اور ہر بار یہی مطالبہ کہ حسین بیعت کر لیں۔ لیکن جھگڑا تو اسی بیعت پر تھا۔ مدینہ کا ملک یا شام کی ذرخیز زمینیں مابہ التزاع نہیں تھیں۔ فرزند رسولؐ نے سنت الہی پر عمل کرتے ہوئے اعلان کر دیا کہ سر دینے آئے ہیں بیعت کرنے کے لئے نہیں۔ فرات سے نیچے جبراً بٹا دینے گئے۔ ساتویں سے پانی بند ہو گیا۔ گرمی کا جہیز بچوں کی پیاس اعدا کی کثرت، عزیزوں کی قلت، شہادت کا یقین غرض کوئی امر ایسا نہ تھا جو اس پائے ثبات کو متزلزل کر دیتا

وہ اعطش کی صداؤں میں مل رہا تھا سکون وہ ارجحی کی نداؤں میں اٹھ رہا تھا قدم محرم کی تاریخ کو فرزند رسولؐ بالکل گھر گئے تھے۔ ۹ کی شام آٹھ ایک رات کی جہلت عبادت الہی کے لئے مانگی۔ یعنی لشکر مخالف کو ایک رات کی اور جہلت دی کہ وہ سوچے کہ کس کے مقابل میں یہ لشکر آرائی ہو رہی ہے اسی طرح شام کوئی حرکت نہ آئے۔ دس کی صبح کو معرکہ کارزار گرم ہوا۔

اس معرکہ کے لئے فرزند رسولؐ نے یہ مناسب سمجھا کہ مدینہ میں جنگ نہ ہو تاکہ کھلے میدان میں حق و باطل کا مقابلہ ہو جائے۔ خانہ کعبہ میں حج کے موقع پر کوئی لڑائی چھڑتی تو سازش کا پرزہ نہ چلتا اور یہی سمجھا جاتا کہ کسی حاجی نے قتل کر دیا۔ فرزند رسولؐ یہ چاہتے تھے کہ ایک ایسے مقام پر یہ لڑائی ہو کہ کسی کو پھر شہرہ باقی نہ رہے کہ کون کس طرف سے لڑ رہا ہے اور کھل جائے کہ حسینؑ ابن علیؑ کے ساتھ کون ہیں اور لشکر مخالف میں کون ہیں اور ان کے معاون کون؟

تاریخ ایسی جنگ کو پھر نہ دہرا سکی لشکر مخالف نے عرسعد نے پہلا تیر چلا یا ہزاروں تیر ساتھ چھوڑے۔ ۲۲ ساتھی اسی وقت جاں بحق ہو گئے پھر مقتول کی باری آئی۔ ایک ایک نے داد و فاقہ دی۔ مصیبتوں نے شباب ایمان کی



ذکر حسین کو باقی رکھ کر ہم کو باطل کی طاقتوں سے نبرد آزما ہونا ہے۔ مقصد  
 یہی ہے کہ ہم ہر صورت فکر صحیح کی اشاعت کریں۔ اتحاد ملت کے لئے کوشاں ہوں  
 اور ہر آن استحکام ملت کے لئے سعی رہیں۔

زندہ باد حسینیت

پائندہ باد پاکستان

